رانی کیتکی کی کہانی

مصنف

انشا اللہ خاں انشا

مرتب

پروفیسر صاحب علی

رانی کیتکی کی کہانی

انشا اللہ خاں انشا

مرتب
پروفیسر صاحب علی

شعبۂ اردو، ممبئی یونیورسٹی

رانی کیتکی کی کہانی

© شعبۂ اردو، ممبئی یونیورسٹی

Rani Ketki Ki Kahani

Author

Inshaullah Khan Insha

Edited by

Professor Saheb Ali

Published : December, 2011
Price : Rs. 50/-
Publisher : Dept. of Urdu, University of Mumbai
Quantity : Three Hundred
ISBN No. 978-81-909142-4-2

کتاب کا نام : رانی کیتکی کی کہانی
مرتب : پروفیسر صاحب علی
اشاعت : دسمبر، 2011
قیمت : 50 روپے
ناشر : شعبۂ اردو، ممبئی یونیورسٹی، کالینا، سانتا کروز (ایسٹ) ممبئی۔ ۹۸
تعداد : تین سو

پیشکش

اردو چینل پبلی کیشنز
گجانن کالونی، گوونڈی، ممبئی۔ ۴۰۰۰۴۳

انتساب

اردو کے اُن ابتدائی
نثر نگاروں کے نام جنھوں نے
اس زبان کے ارتقا کو ممکن بنایا

دیباچہ

‘‘رانی کیتکی کی کہانی’’ اردو نثر کی اولین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ اردو کے معروف استاد شاعر انشا اللہ خاں انشا کی خداداد صلاحیت، ذہانت، جدّت اور خلاقی کا ایسا نادر نمونہ ہے جس کی کوئی اور مثال اردو ادب میں نہیں ملتی۔ سیّد انشا اللہ خاں انشا کے والد کا نام میر ماشا اللہ خاں تھا۔ وہ ایک ماہر طبیب تھے، شاعری سے بھی شغف تھا اور مصدر تخلص فرماتے تھے۔ انشا کے بزرگ مغلیہ سلطنت کے عروج کے وقت نجف اشرف (عراق) سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ بعد میں جب مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوا تو ایک بار پھر انشا کے خاندان نے ہجرت کو ترجیح دی اور ان کے والد میر ماشا اللہ خاں اٹھارہویں صدی کے وسط میں دہلی سے ہجرت کر کے مرشد آباد چلے گئے۔ وہیں 1754ء میں انشا پیدا ہوئے۔ انشا کی تعلیم و تربیت مرشد آباد میں ہوئی۔ 1786ء میں وہ شاہ عالم کے دور میں دہلی گئے لیکن ترقی کے امکانات معدوم دیکھ کر لکھنؤ کی طرف رخ کیا۔ لکھنؤ میں شاہ عالم کے بیٹے سلیمان شکوہ نے ان کی سرپرستی فرمائی پھر

سعادت علی خاں نواب، وزیر اودھ کے دربار میں رسائی ہوئی اور ایک عرصہ تک وہ اس دربار سے وابستہ رہے۔ چونکہ انشا کے مزاج میں ظرافت اور زندہ دلی بہت تھی لہٰذا مذاق اور شوخی کی اس بری عادت کے سبب 1810ء میں سعادت علی خاں نواب، وزیر اودھ کے دربار سے نہ صرف برخواست کیے گئے بلکہ انھیں لکھنؤ سے نکل جانا پڑا۔ بعد میں لکھنؤ آنے کی اجازت مل گئی تاہم انشا کے زندگی کے آخری ایام بدنصیبی، افلاس اور گوشہ نشینی کی حالت میں گزرے۔

انشا اللہ خاں انشا کی ذہانت اور جدت پسندی انھیں اپنے ہم عصروں میں نہ صرف منفرد بلکہ تاریخ ادب اردو میں ممتاز مقام بھی دلاتی ہے۔ وہ والیِ اودھ سعادت خاں کے دربار سے وابستہ تھے۔ انشا نے غزل میں الفاظ کے متنوع استعمال سے تازگی پیدا کرنے کی کوشش کی اور اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہے۔ تاہم بعض اوقات محض قافیہ پیمائی اور ابتذال کا احساس بھی ہوتا ہے۔ انشا کی غزل میں لکھنوی تمدن کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ انشا کے مزاج اور کلام کی حاضر جوابی اور بذلہ سنجی نے انھیں نواب سعادت علی خاں کا چہیتا بنا دیا تھا۔ ترسٹھ سال کی عمر میں 1817ء میں انھوں نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ اپنی اس ترسٹھ سالہ زندگی میں انشا نے دنیاوی عروج و زوال بھی دیکھا اور شاعری اور نثر کا کمال بھی دکھایا۔ ان کا کلیات جو شائع ہو گیا ہے اس میں شامل کلام حسبِ ذیل ہے:

(۱) دیوان اردو (۲) دیوانِ ریختی (۳) قصائد مع ایک قصیدہ بے نقط و ترکی

اشعار وغیرہ (۴) دیوانِ فارسی (۵) مثنوی شیر و برنج (۶) مثنوی بے نقط وتر کی اشعار وغیرہ (۷) مثنوی شکار نامہ (۸) مثنویات در ہجو زنبور، کھٹمل، مگس (۹) شکایتِ زمانہ (۱۰) مثنوی فیل (۱۱) مثنوی در ہجو گیان چند ساہوکار (۱۲) اشعار متفرقہ، رباعیات، قطعات تاریخ وغیرہ (۱۳) پہلیاں و چیستانیں، مخمس وغیرہ (۱۴) دیوان اردو بے نقط و رباعیات وغیرہ (۱۵) شرح ماۃ عامل نظم فارسی (۱۶) مرغ نامہ: لطائف وتر کی روزنامچہ کے علاوہ نثر کی تین کتابیں بھی انھوں نے تحریر کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انشا کے ان تینوں نثری کتب میں دو کتابوں یعنی ''دریائے لطافت'' اور ''رانی کیتکی کی کہانی'' نے انھیں اردو ادب میں زندۂ جاوید بنا دیا۔ نثر میں ان کی تیسری کتاب ''سلکِ گہر'' ہے۔

سیّد انشا کے مذکورہ بالا نثری کارنامے اپنے موضوع کے اعتبار سے اولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ''دریائے لطافت'' اردو صرف ونحو، عروض وقافیہ، معانی وبیان یعنی اردو گرامر کے موضوع پر کسی ہندوستانی کے ذریعے لکھی گئی پہلی کتاب ہے۔ اس سے قبل یورپی علما مثلاً شیکسپیئر، فاربس اور پلیٹس نے اردو قواعد میں بہت نام پیدا کیا تھا۔ تاہم انشا کی کتاب ''دریائے لطافت'' کو مولوی عبدالحق نے ''جامع اور بے مثل'' کتاب قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلا حصہ زبان، اس کے مختلف لہجے اور اس کی صرف ونحو سے متعلق ہے۔ اسے انشاءاللہ خان انشا نے تحریر کیا ہے جبکہ دوسرا حصہ معانی، عروض اور قوافی پر مشتمل ہے اسے اس کتاب کے شریک مصنف مرزا محمد حسن قتیل نے قلمبند کیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت وافادیت پر گفتگو کرتے ہوئے پروفیسر عبدالستار دلوی نے لکھا

ہے کہ:

> ''اس کتاب میں انشا کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے 'اردو' کی آزادانہ حیثیت کو تسلیم کرنے پر زور دیا اور اس کی صوتی اور نحوی تراکیب کو ہندوستانیت سے قریب لانے کی پہلی شعوری اور سائنسی کوشش کی اور اسے عربی و فارسی کی اندھی تقلید سے بچانے کی بھی کوشش کی اور اس کی فطری ساخت کے پیش نظر اصول مرتب کیے اور بول چال کی زبان کی اہمیت پر زور دیا۔ یہ کتاب جدید لسانیات کی رو سے اردو کا ''کلاسک'' ہے۔''

(پروفیسر عبدالستار دلوی: رانی کیتکی کی کہانی ص:۱۱)

اردو زبان کی آزادانہ حیثیت کے تعین کی بابت خود انشا کے الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:

> ''ہر وہ لفظ جو اردو میں مشہور ہو گیا عربی ہو یا فارسی ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا یورپی از روئے اصل غلط ہو یا صحیح وہ لفظ اردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے مطابق مستعمل ہے تو بھی صحیح ہے اگر خلاف اصل مستعمل ہے تو بھی صحیح ہے۔ اس کی صحت و غلطی اردو کے استعمال پر موقوف ہے۔''

(''دریائے لطافت'' از: سیّد انشا اللہ خاں انشا، ص:۲۷)

دراصل انشا اردو کو ایک علیحدہ زبان تسلیم کرتے تھے۔ لہٰذا ان کا خیال تھا کہ

دیگر زبان کے الفاظ لسانی ضرورتوں کے تحت اردو میں شامل ہوئے اور زمانے کے ساتھ ساتھ منجھ کر اصل اردو کے الفاظ ہو گئے ہیں۔ اس لیے ان الفاظ کا اصل زبان کے الفاظ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا۔ اپنے اسی نظریے کے تحت وہ لفظ غدر جو عربی لفظ ہے اور عربی میں بسکون دال بولا جاتا ہے، اردو میں بفتح دال کے تلفظ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح انشا برقا کو اردو کا لفظ بتاتے ہیں اگرچہ وہ خلافِ اصل ہے۔

''دریائے لطافت'' کے حصہ اول کا دوسرا باب بھی نہایت دلچسپ ہے۔ اسے بھی انشا نے قلمبند کیا ہے۔ اس میں مختلف بولیوں کے بابت کلام کیا گیا ہے۔ اس باب سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انشا کا لسانی شعور بہت بلند اور بالغ تھا اور ہندوستان کے مختلف صوبوں سے دلی آ کر بس جانے والوں کی بولیوں یا زبان کے تعلق سے ان کا مشاہدہ کافی وسیع تھا۔ ان بولیوں کے تلفظ اور لہجے پر بھی ان کی گہری نگاہ تھی۔ مختلف قوموں اور صوبوں کے افراد کے درمیان کسی لفظ کا غلط تلفظ کیا شکل اختیار کرتا ہے اور وہ لوگ کس لہجے میں بات چیت کرتے ہیں اس سلسلے میں انشا نے جس تفصیل سے اس باب میں گفتگو کی ہے اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ انشا نہ صرف اردو زبان بلکہ بولیوں پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ مثلاً انھوں نے اسی باب میں ساداتِ بارہہ کے محلّہ (دہلی) کی زبان پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اس چھوکرے کوں کترا (کتنا) کہا مجھ سوں (سے) نہ بولا کر دونوں ٹانگاماں (میں) سر کردوں گا اب توں (تک) آپڑے (اپنے) اوپر

بدنامی نہیں کہیں بارے ما (میں) ہمیں بدنام نہ کرنا۔ ‘‘

(دریائے لطافت، از: انشا اللہ خاں انشا، ص۔ ۹۸)

مذکورہ بالا مثالیں پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اندازہ ہو سکے کہ انشا نے مختلف صوبوں سے دلّی آ کر بس جانے والوں کی بولیوں کا کتنا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ حتیٰ کہ تلفظ اور لہجے پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔

انشا اللہ خاں انشا کی دوسری مشہور نثری تصنیف ’’رانی کیتکی کی کہانی‘‘ ہے۔ یہ ایک طبع زاد داستان ہے اور اس میں رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ جس دور کی تصنیف ہے وہ اردو میں داستان گوئی کا ابتدائی دور تھا۔ فورٹ ولیم کالج کی سرپرستی میں نوطرزِ مرصع، باغ و بہار، آرائشِ محفل ہفت گلشن جیسی داستانیں تخلیق کی گئیں۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنفین و مولفین کالج کی ضرورت کے مدنظر باقاعدہ منصوبے کے تحت داستان نگاری کا یہ کارنامہ انجام دے رہے تھے۔ جبکہ فورٹ ولیم کالج سے ہزاروں میل دور محض اپنی جدتِ طبع اور فطری ذہانت کے سبب انشا نے ’’رانی کیتکی کی کہانی‘‘ جیسی بے مثال داستان تصنیف کی۔ یہ ایک مختصر داستان ہے۔ فسانہ عجائب اور باغ و بہار کا شمار بھی مختصر داستانوں میں ہوتا ہے لیکن ’’رانی کیتکی کی کہانی‘‘ کو ان دونوں کے مقابلے میں مختصر ترین کہا جا سکتا ہے۔ لگ بھگ پچاس پچپن صفحات کی یہ داستان طویل افسانہ یا ناولٹ کے برابر ہے۔ دراصل ’’رانی کیتکی کی کہانی‘‘ کی زبان ہی اس کے اختصار کی وجہ ہے۔ داستانوں کی طوالت میں زبان بنیادی کردار ادا کرتی

ہے۔ انشا نے اس داستان میں یہ التزام کیا ہے کہ ہندوستانی یا ہندوی کے علاوہ کسی دوسری زبان کا کوئی لفظ نہ آنے پائے۔ خود انشا نے کتاب کے آغاز میں اس ضمن میں کلام کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

> ''ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنی دھیان میں چڑھی کہ کوئی کہانی ایسی کہیے، جس میں ہندوی چھٹ کسی اور بولی کا پُٹ نہ ملے۔ تب جا کے میرا جی پھول کی کلی کھلے۔ باہر کی بولی اور گنواری، اس کے بیچ میں نہ ہو۔''

(''رانی کیتکی کی کہانی'' از: انشا اللہ خاں انشا ص:۱۰)

انشا اللہ خاں انشا نے جیسا ارادہ کیا تھا ویسا کر دکھایا اور شاید یہ کارنامہ انشا ہی انجام دے سکتے تھے کیوں کہ انھیں نہ صرف اردو زبان بلکہ بولیوں ٹھولیوں پر بھی عبور حاصل تھا۔ ''رانی کیتکی کی کہانی'' اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں اہمیت کی حامل ہے۔ دونوں زبانوں کے محققین اور نقاد اس کہانی کو اپنی اپنی زبان کی اولین تصنیف قرار دیتے ہیں۔ ہندی محقق ڈاکٹر چھوی ناتھ ترپاٹھی، برج رتن داس اور پنڈت رام چندر شکل وغیرہ اس کتاب کو ہندی تصنیف قرار دیتے ہوئے اس کا سنِ تصنیف ۱۸۰۳ء بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر پرمانند اور پنڈت شیام سندر داس اسے ۱۷۹۹ء تا ۱۸۰۸ء کے درمیان کی تصنیف بتاتے ہیں۔ جبکہ معروف اردو محقق عابد پیشاوری نے اسے خالص اردو تصنیف قرار دیتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

> ''اصلاً یہ کہانی اردو میں لکھی گئی۔ اگرچہ یہ اپنی زبان کے اعتبار سے ہندی بلکہ ہندوستانی سے زیادہ قریب ہے اور اسی سبب سے ہندی والوں نے اسے اپنایا بھی ہے لیکن اسلوب کے اعتبار سے یہ خالص اردو ہے۔ ہندی بنا دینا بعد کی تحریف ہے۔''
>
> (رانی کیتکی کی کہانی۔ ص:۱۱)

اس تعلق سے ڈاکٹر گیان چند نے مندرجہ ذیل داخلی شواہد کی مدد سے ''رانی کیتکی کی کہانی'' کو اردو تصنیف ثابت کیا ہے:

۱۔ قصے کی ابتدا میں اردو کے ڈھنگ پر حمد و نعت اور منقبت ہے۔

۲۔ قصے میں جو اشعار استعمال کیے گئے ہیں وہ اردو اوزان میں ہیں۔

۳۔ انشا اردو کے شاعر و ادیب تھے نہ کہ ہندی کے۔

۴۔ کہانی کا اسلوب اردو داستانوں کے اسلوب سے بہت قریب ہے اور کہانی میں اردو روزمرہ کا استعمال جگہ جگہ ہوا ہے۔

اس بحث کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ''رانی کیتکی کی کہانی'' تاریخی اور لسانی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ انشا نے اس کتاب کے ذریعے کھڑی بولی کو ترقی دی ہے اور کھڑی بولی ہی اردو اور ہندی ان دونوں زبانوں کی بنیاد ہے۔ لہذا ''رانی کیتکی کی کہانی'' کی زبان کو ہندوستانی یا ہندوی ہی کہنا زیادہ صحیح ہے جس میں بیرونی زبان کا کوئی لفظ نہیں آیا۔

''رانی کیتکی کی کہانی'' کے قصے کا خلاصہ درج ذیل ہے:

نوجوان اور خوبصورت کنور اودھے بھان، راجا سورج بھان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر سیر و شکار کی غرض سے نکلا۔ راستے میں اسے ایک ہرنی نظر آئی، کنور نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ ہرنی کا پیچھا کرتے کرتے شام ہوگئی اور کنور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔ کنور اودھے بھان بھوکا پیاسا کسی پناہ گاہ کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ اسے آم کے درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا۔ وہ جھنڈ کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہے چالیس پچاس حسینائیں جھولا جھول رہی ہیں۔ کنور اودھے بھان کو دیکھتے ہیں وہ سب لڑکیاں گھبرا سی گئیں اور کون ہے؟ کون ہے؟ کا شور بلند کرنے لگیں۔ شور سن کر رانی کیتکی بھی متوجہ ہوئی۔ اُس کی اور کنور اودھے بھان کی نگاہیں ملیں اور پہلی ہی نگاہ میں دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہوگئے۔ لیکن سہیلیوں کو دکھانے کی خاطر رانی کنور پر برس پڑی۔ رانی نے کنور کو وہاں سے چلے جانے کو کہا۔

کنور نے جب یہ باتیں سنیں تو بہت مایوس ہوا۔ اُس نے رانی سے درخواست کی کہ ''میں دن بھر کا تھکا مسافر ہوں۔ کسی پیڑ کی اوٹ میں رات کاٹ لوں گا اور علی الصبح منہ اندھیرے چلا جاؤں گا۔'' رانی کیتکی نے کنور کی یہ درخواست سن کر اپنی سہیلیوں سے مخاطب ہوئی کہ ''ان کنور سے کہہ دو جہاں جی چاہے پڑ رہیں اور جو کچھ کھانے پینے کو مانگیں انھیں پہنچاؤ۔ گھر آئے کو کسی نے آج تک مار نہیں ڈالا۔ ان کا چہرا اور ظاہری حالت انھیں سچا ثابت کرتی ہے، لیکن ہمارے اور ان کے درمیان کسی کپڑے کی اوٹ

کر دو۔'' کنور نے اتنی آزادی پائی تو ایک طرف آموں کے پیڑ کے نیچے ڈیرا ڈال دیا لیکن دل میں آگ لگ چکی تھی وہ سو نہ سکا اُدھر یہی حالت کیتکی کی بھی تھی۔ اس نے اپنی خاص اور منہ لگی سہیلی مدن بان کو جگا کر اپنی حالت بیان کی۔ مدن بان کیتکی کو کنور اودھے بھان کے پاس لے گئی اور اُس کا بھرپور تعارف کرنے کے بعد کنور سے پوچھا کہ ''اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو، کس دیس کے ہو؟'' کنور اودھے بھان نے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ اس کے بعد مدن بان کے مشورے پر دونوں نے اپنی اپنی انگوٹھیاں بدل لیں بلکہ اقرار نامے بھی لکھ کر ایک دوسرے کو دیئے۔ صبح کیتکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ محل لوٹ گئی اور کنور اپنے لوگوں کے درمیان آ گیا۔

کیتکی سے جدا ہونے کے بعد کنور اودھے بھان کی حالت غیر ہو گئی۔ اسے نہ دن کو چین اور نہ رات کو آرام ملتا تھا۔ کھانے پینے کا ہوش رہتا نہ پہننے کا۔ آخر کار کنور کی اس حالت سے مہاراج بھی واقف ہو گئے۔ انھوں نے اودھے بھان سے بہت پوچھا مگر شرم کے باعث اودھے بھان انھیں کچھ بتانے پر راضی نہ ہوتا تھا آخر کار وہ اپنی دل کی حالت لکھ کر دینے پر راضی ہو گیا۔ اپنی پوری روداد کے ساتھ اس نے کیتکی کی انگوٹھی اور اقرار نامہ بھی اپنے والدین کے پاس بھجوا دیا۔ اس طرح جب راجا سورج بھان کو حقیقت کا علم ہوا تو انھوں نے کیتکی کے والدین کو شادی کا پیغام بھجوایا۔ لیکن کیتکی کے والد نے اس پیغام کا جواب نفی میں دیا: ''ان کے ہمارے ناتا نہیں ہونے کا۔ ان کے باپ دادا ہمارے داداؤں کے آگے سدا ہاتھ جوڑے باتیں کرتے تھے۔ کیا ہوا؟ جواب

وہ بڑھ گئے اور اونچے چڑھ گئے۔ جس کے ہم بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے ٹیکا لگا دیں
وہ مہاراجوں کا راجا ہو جاوے کس کا منہ ہے جو یہ بات ہمارے منہ لا دے۔''

صرف یہی نہیں بلکہ کیتکی کے والد راجا جگت پرکاش نے راجا سورج بھان کے قاصد کو بھی قیدی بنالیا۔ جب یہ خبر راجا سورج بھان تک پہنچی تو انھوں نے جگت پرکاش پر چڑھائی کر دی۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی اور اس لڑائی میں قریب تھا کہ راجا جگت پرکاش کو شکست ہو جاتی کہ اسی درمیان کیتکی کے والد اپنی شکست نزدیک دیکھ کر اپنے گرو مہندر گر کو بلایا وہ آندھی اور طوفان کی طرح وہاں آپہنچتا ہے اور اپنے طلسم کے زور سے سورج بھان، کنور اودے بھان، لکشمی بان اور ان کی نوے لاکھ کی فوج کو ہرن بنا دیتا ہے۔ اس طرح اس لڑائی میں نہ صرف اودے بھان کو شکست ہوئی بلکہ اُس کے خاندان کے ساتھ اس کی پوری فوج بھی انسان سے جانور میں تبدیل ہوگئی۔ گرو مہندر گر وہاں سے روانہ ہوتے وقت جگت پرکاش کو ایک بھبھوت دے گیا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ اس کو آنکھ پر لگانے سے لگانے والا دنیا کی نظروں سے چھپ جاتا تھا۔ اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا جبکہ وہ سب کو دیکھ سکتا تھا۔ کچھ دنوں بعد کیتکی کسی طرح وہ بھبھوت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اُس نے پہلے مدن بان کو ساتھ لے کر کنور اودے بھان کی تلاش میں جانے کا ارادہ کیا لیکن مدن بان کے انکار کرنے کے بعد وہ خود ہی آنکھوں میں بھبھوت لگا کر کنور کی تلاش میں نکل پڑی۔ کیتکی کی گمشدگی کی وجہ سے اُس کے والدین بہت پریشان ہوئے۔ اُن کی پریشانی دیکھ کر مدن بان بھی آنکھوں میں بھبھوت

مل کر کیتکی کی تلاش میں روانہ ہوگئی۔ جنگل میں دونوں سہیلیوں کی ملاقات ہوئی اور وہ کیتکی کو گھر لے آئی۔ راجا جگت پرکاش کیتکی کے آگے شکست تسلیم کر لیتے ہیں اور اپنے گرو مہندر گر کو بلا کر راجا سورج بھان، کنور اودھے بھان اور لکشمی بان کو تلاش کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ مہندر گر اُن کی درخواست سُن کر راجا اندر سے مدد طلب کرتا ہے اور اُس کے منصوبے اور مشورے پر موسیقی کا پروگرام رکھا جاتا ہے۔ اس منصوبے کے تحت سازندوں نے طرح طرح کے ساز بجانے شروع کیے تو جنگل کے سارے کے سارے ہرن کھنچ کر وہاں آ گئے۔ ان میں سورج بھان، لکشمی بان اور کنور اودھے بھان بھی تھے۔ مہندر گر جادو کے زور سے انھیں پھر سے اصل شکل میں لے آیا اور اُس نے کنور اودھے بھان کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اس کی شادی رانی کیتکی سے کر دی۔ اس طرح یہ کہانی اس حسین روایت پر ختم ہو جاتی ہے کہ جیسے ان لوگوں کے دم پھریں اور بچھڑے ہوئے ملیں ویسے ہمارے تمھارے دن پھریں۔

انشا اللہ خاں انشا کی اس مختصر داستان کے مرکزی کردار رانی کیتکی اور کنور اودھے بھان ہیں۔ لیکن اس داستان میں وہ کوئی زندہ اور بھرپور کردار نہیں پیش کر سکے۔ ظاہر ہے کہ داستان قلمبند کرتے ہوئے انشا کا مقصد زبان و بیان کا ایک انوکھا نمونہ پیش کرنا تھا نہ کہ بہترین اور عمدہ داستان لکھنا یا کردار نگاری کا نمونہ پیش کرنا۔ لہٰذا اس داستان میں اُن کا سارا زور اسلوب اور زبان و بیان پر ہے۔ البتہ قصے کے لحاظ سے کرداروں کے مزاج و شناخت قائم کیے گئے ہیں جس کی وجہ سے کردار نگاری کا ہلکا پھلکا

اثر دکھائی دے جاتا ہے۔

مرکزی کردار، رانی کیتکی کہانی میں پہلی بار اُس وقت نظر آتی ہے جب کنور اودھے بھان اپنا راستہ بھٹک کر اُس باغ تک جا پہنچتا ہے جہاں کیتکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگتے ہیں لیکن رانی کیتکی کچھ شرم کی وجہ سے اور کچھ سہیلیوں کو دکھانے کی غرض سے کنور پر برس پڑتی ہے۔ جب کنور معذرت کرتا ہے تب کیتکی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتی ہے اور قدیم ہندوستانی روایت، پاسداری اور مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتی ہے کہ:

''ان سے کہہ دو جہاں جی چاہے اپنے پڑ رہیں اور جو کچھ کھانے پینے کو مانگیں تو انھیں پہنچا دو۔ گھر آئے کو کسی نے آج تک مار نہیں ڈالا۔''

اسی طرح جب وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو جاتی ہے تو اپنی خاص سہیلی مدن بان کو لے کر اودے بھان کے پاس جاتی ہے۔ یہاں بھی نسوانی حیا و شرم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ساری گفتگو مدن بان کی معرفت کرتی ہے۔

قصے میں رانی کیتکی دوسری بار اُس وقت آتی ہے جب اُس کے والد راجا جگت پرکاش اور اودھے بھان کے والد سورج بھان کی فوجوں کے مابین جنگ شروع ہو چکی ہوتی ہے۔ اُس وقت کنور اودھے بھان اُسے مشورہ دیتا ہے کہ وہ اُس کے ساتھ کسی اور دیش نکل چلے لیکن رانی کیتکی ایک مثالی شاہزادی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے انکار کر دیتی ہے اور وہ کنور کے لیے جان دینے کو تیار ہے لیکن اپنے والدین کے نام پر

بٹہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ اس کردار کی پختگی اور عالی ہمتی کی دلیل ہے۔

اس داستان کا دوسرا کردار کنور اودھے بھان کا ہے۔ قصے میں اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے کہ وہ سیر و شکار کو نکلتا ہے اور ایک ہرن کا پیچھا کرتے کرتے راستہ بھٹک کر اُس جگہ جا پہنچتا ہے جہاں رانی کیتکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ وہاں اُس کی ملاقات کیتکی سے ہوتی ہے۔ اس ملاقات کے بعد وہ کیتکی کے عشق میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس کے رات دن بہت بے چینی سے گزرتے ہیں اور اس کا سکون و چین چھن جاتا ہے۔ حالانکہ کنور اودے بھان اس کہانی کے مرکزی کرداروں میں سے ہے تاہم سب سے پر اثر کردار رانی کیتکی کا ہے۔ رانی کیتکی کے کردار میں کئی خوبیاں ہیں۔ وہ نیک سیرت اور معصوم ہے، لیکن اس میں جوانی کی شوخی بھی موجود ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ چنچل، باحوصلہ اور پر عزم بھی ہے۔ اس کے برخلاف اودے بھان کا کردار اتنا بھرپور اور اثر انگیز نہیں ہے۔ پوری داستان میں رانی کیتکی کا کردار چھایا ہوا ہے۔ کیتکی کے علاوہ دوسرا با اثر کردار کیتکی کی سہیلی مدن بان کا ہے۔ اس کے کردار میں بھی حوصلہ، پختگی اور جاں نثاری کا عنصر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ اپنی سہیلی کیتکی کے لیے ہر صعوبت برداشت کرنے کو تیار ہے اور کنور اودے بھان کی بازیافت میں وہ رانی کیتکی کے شانہ بہ شانہ شامل رہتی ہے۔ اس کے علاوہ کئی چھوٹے چھوٹے کردار بھی اس داستان میں ہیں جو اپنا تاثر نقش کرتے ہیں۔ مثلاً کیتکی کے والد راجا جگت پرکاش، گرو مہندر گر وغیرہ۔

کردار نگاری کے علاوہ انشا نے واقعہ نگاری میں بھی کمال دکھایا ہے۔ اول تو

بیانیہ میں وہ راوی کی حیثیت سے اس طرح شامل ہیں گویا خود بھی کہانی کے ایک کردار ہیں۔ اس داستان میں واقعہ نگاری کا اصل حسن مقامی معاشرت کے فکری، تہذیبی اور جذباتی عناصر کی رنگ آمیزی سے عبارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مختصر سی داستان میں کئی جگہ قصہ محض ایک تہذیب کی دلکش تصویر کشی کے سہارے آگے بڑھتا ہے۔ خصوصاً قصے کا آخری حصہ تو اس طرح کی دلچسپیوں سے مالا مال ہے۔

جیسا کہ انشا نے دعویٰ کیا تھا داستان میں ہندی/اردو کے علاوہ کسی اور زبان کے الفاظ سے پرہیز کے التزام کو پوری کامیابی سے نبھایا ہے۔ کہانی میں بمشکل ایک آدھ جگہ بدیسی زبان کا لفظ آیا ہے۔ دراصل انشا کی اس کامیابی میں قصے کے انتخاب نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ ''رانی کیتکی کی کہانی'' شاید اردو کی پہلی ایسی داستان ہے جو مکمل طور پر ہندوستانی سرزمین سے تعلق رکھتی ہے۔ ہندوانی زندگی اور معاشرت، راجے مہاراجے، رانی مہارانی، دیوی دیوتا، گرو اور بامھن کے ساتھ ساتھ انشا نے روایتی ہندوستانی موسیقی و رقص کو بھی اس داستان میں بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ داستان کی پوری فضا ہندوستانی ہے اور کردار ہندوستانی بولتے ہیں۔ داستان میں جہاں انشا راوی کا فریضہ انجام دیتے ہیں وہاں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ عبارت میں خالص ہندوستانی پن کے ساتھ ساتھ روزمرہ کی سادگی، سلاست اور روانی برقرار رہے۔ مثلاً داستان کے آغاز میں پہلے ہی صفحہ پر حمد کے حصے کی سطریں دیکھیے:

''یہ کل کا پتلا جو اپنے اس کھلاڑی کی سدھ رکھے تو کھٹائی میں کیوں

> پڑے اور کڑوا کسیلا کیوں ہو؟ اس پھل کی مٹھائی چکھے جو بڑوں سے بڑے اگلوں نے چکھی ہے۔''

خدا اور بندے کے رشتے کو مذکورہ بالا عبارت میں انشا نے ہندی کے مانوس اور سیدھے سادے لفظوں میں بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ اس طرح کے جملے بیانیہ میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ مثلاً

> ''جو سچ پوچھو تو اتنی بھی بہت ہوئی، اتنا بڑھ چلنا اچھا نہیں۔ میرے سر چوٹ ہے اب اوٹھ چلو اور ان کو سونے دو اور روئیں تو پڑے رونے دو۔''

> ''جگ میں چاہ کے ہاتھوں کسی کو سکھ نہیں ہے۔ بھلا وہ کون ہے جسے دکھ نہیں ہے۔''

> ''تمہارے گھر کی یہ گت ہوگئی۔ اب تک تم کیا کر رہے تھے اور کن نیندوں سو رہے تھے۔ پر تم کیا کرو، وہ کھلاڑی جو روپ چاہے سو دکھاوے، جو ناچ چاہے سو نچاوے۔''

پوری داستان میں بیانیہ کا یہی معمول ہے کہ سادگی، سلاست اور روانی ہے۔ مختصر یہ کہ انشا نے اپنی زبان و بیان کی قدرت سے مشکل بات کو آسان اور دلچسپ بنا دیا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں بول چال کی زبان اور تحریری زبان کے الگ الگ آداب ہوتے ہیں۔ تحریری زبان میں گریمر کی پابندیاں روا رکھی جاتی ہیں۔ لفظ کے

دروبست کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جملے اور فقرے اپنے آپ میں درست اور مکمل ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تحریری عبارت نثری تکلفات سے پُر ہوتی ہے جبکہ بول چال کی زبان میں یہ پابندیاں نہیں ہوتی ہیں۔ یعنی تکلم کے انداز آزادانہ ہوتے ہیں۔ گفتگو میں چشم و ابرو اور دست و لب کے اشارے بھی بہت کام کرتے ہیں اور بہت سے لفظ حذف ہوجاتے ہیں یعنی کم ہوجاتے ہیں۔ فقرے عموماً چھوٹے ہوتے ہیں۔ دو فقروں کو جوڑنے والے لفظ کبھی کبھی خارج کردیے جاتے ہیں۔ آسان اور سادہ لفظوں کا استعمال ہوتا ہے۔ تابع محمل اور لفظی تکرار اکثر نظر آتی ہے۔ رانی کیتکی کی کہانی میں انشا نے یہی زبان استعمال کی ہے۔ اس کے لیے انھوں نے جو وسائل اور طریقے اختیار کیے ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الف: **تابع محمل**

۱۔ وہ تاؤ بھاؤ اور آؤ جاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤں۔

۲۔ اوس کا جی لوٹ پوٹ ھوا۔ اوس ھرنی کے پیچھے سب کو چھوڑ چھاڑ کر گھوڑا پھینکا۔

۳۔ جہاں بھیڑ بھڑکّا دھوم دھڑکّا نہ ھو........

۴۔ ایسی کیا پڑی جو اس گھڑی ایسی کڑی جھیل کر، ریل پیل کر، اوپٹن اور تیل پھلیل بھرے ھوئے اون کے جھانکنے کو جا کھڑی ھوں؟

ب: **تکرار لفظی**

۱۔ لیٹے ھوئے کچھ سوچ میں پڑے پڑے بڑبڑا رھے تھے۔

۲۔ ھوتے ھوتے اپنی اپنی بیتی سب نے کھولی۔

۳۔ اور گھڑی گھڑی کچھ کچھ سوچ سر دھنتا۔

۴۔ جن جن گانوؤں میں جہاں جہاں ھوں اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر اچھے اچھے بچھونے بچھا بچھا کر گاتے بجاتے، دھومیں مچاتے، ناچتے کودتے رہا کریں۔

ایسی مثالوں سے یہ داستان بھری پڑی ہے۔ انشا نے تصنع، تکلف اور عبارت آرائی سے تو پرہیز کیا ہے لیکن کہیں مرصع عبارت اور قافیے کا اہتمام کیا ہے جیسا کہ اُس زمانے کا طریقہ تھا۔ بطور مثال ذیل کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

> ”تمہارے ما، باپ سے کہہ کر وہ بھبھوت کو جو موا نگوڑا بھوت، مچھندر کا پوت، ابدھوت دے گیا ھے۔ ھاتھ مڑوڑوا کے چھنوالوں گی“۔

> ”وہ دونوں بھوؤں کی کھچاوٹ اور پتلیوں میں لاج کی سماوٹ اور نوکیلی پلکوں کی رونداھٹ اور ھنسی کی لگاوٹ دنتڑیوں میں مسی کی اوداھٹ اور اتنی بات پر روکاوٹ سے ناک اور تیوری چڑھا لینا اور سہیلیوں کو گالیاں دینا اور چل نکلنا اور ھرنیوں کے روپ سے کر چھالیں مار کر پڑے اوچھلنا، کچھ کہنے میں نہیں آتا۔“

غرض کہ ”رانی کیتکی کی کہانی“ اپنے قصے اور قدامت کے ساتھ ساتھ لسانی اعتبار سے بھی اردو کی ایک اہم داستان تسلیم کی جاتی ہے۔

کتاب ”رانی کیتکی کی کہانی“ کو طلبہ کی ضرورت کے تحت ترتیب دیا گیا ہے۔

لہٰذا داستان کے متن کے تعلق سے علمی اور لسانی گفتگو کی گئی ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ طلبہ اپنی نصابی ضرورت کے مدنظر اس داستان کی بنیادی خصوصیت اور اہمیت سے ماحقہ واقف ہو جائیں۔ داستان کے متن کو اس کی اصل شکل میں قائم رکھنے کی حتی الامکان سعی کی گئی ہے اور آخر میں فرہنگ شامل کر کے مشکل الفاظ کے معنی دے دیے گئے ہیں۔ ''رانی کیتکی کی کہانی'' کے متعدد نسخے بازار میں دستیاب ہیں لیکن طلبہ کی نصابی ضرورت کے تحت ترتیب دینے کی غالباً یہ پہلی کوشش ہے۔

اس کتاب کی ترتیب و اشاعت میں احباب کا تعاون شامل رہا ہے۔ خصوصاً معروف مترجم قاسم ندیم نے اس کے متن کی باریک بینی سے پروف ریڈنگ کر کے مجھے بڑی زحمتوں سے بچا لیا اور عزیزی قمر صدیقی نے اس کی اشاعت کی ذمہ داریاں اپنے سر لے کر مجھے بے فکری سے کام کرنے کا موقع عنایت کیا۔ میں ان دونوں حضرات کا مشکور ہوں۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب طلبہ کی ضروریات کو پوری کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔

پروفیسر صاحب علی
صدر شعبۂ اردو، ممبئی یونیورسٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ کہانی ھے جس میں ھندی چھٹ
کسی اور بولی کا نہ میل ھے نہ پُٹ

سر جھکا کر ناک رگڑتا ھوں، اوس اپنے بنانے والے کے سامھنے جس نے ھم سب کو بنایا اور بات کی بات میں وہ کر دکھایا جس کا بھید کسی نے نہ پایا۔ دوھا اپنی بولی کا:

آتیاں جاتیاں جو سانسیں ھیں
اُسکے بن دھیان سب یہ پھانسیں ھیں

یہ کل کا پُتلا جو اپنے اس کھلاڑی کی سدھ رکھے، تو کھٹائی میں کیوں پڑے، اور کڑوا کسیلا کیوں ھو؟ اوس پھل کی مٹھائی چکھے جو بڑوں سے بڑے اگلوں نے چکھی ھے۔ دوھا اپنی بولی کا:

دیکھنے کو تو آنکھیں دیں اور سننے کو یہ کان دیے
ناک بھی اونچی سب میں کر دی مرتوں کو جی دان دیے

مٹی کے باسن کو اتنی سکت کہاں، جو اپنے کمھار کے کرتب کچھ تاڑ سکے۔ سچ ھے جو بنایا ھوا ھو، سو اپنے بنانے والے کو کیا سراھے، اور کیا کہے! یوں جس کا جی چاھے پڑا بکے۔ سر سے لگا پانوں تک جتنے رونگٹے ھیں جو سب کے سب بول اوٹھیں اور سراھا کریں اور اتنے برسوں اسی دھیان میں رھیں جتنی ساری ندیوں میں ریت اور پھول پھلیاں کھیت میں ھیں، تو بھی کچھ نہ ھو سکے، کراھا کریں۔

اس سر جھکانے کے ساتھ ھی دن رات جپتا ھوں اپنے اس داتا کے بھیجے ھوئے پیارے کو جس کے لیے یوں کہا ھے: ”جو تو نہ ھوتا، تو میں کچھ نہ بناتا، اور اس کا

پچھیرا بھائی، جس کا بیاہ اوسی کے گھر میں ھوا، اوس کی سرت مجھے لگی رھتی ھے، ھر گھڑی میں پھولا اپنے آپ میں نہیں سماتا اور جتنے اون کے لڑکے بالے ھیں اونھیں کی یہاں پر چاو ھے اور کوئی ھو، کچھ میرے جی کو نہیں بھاتا، مجھے اس گھرانے کے چھٹ، کسی لے بھاگ، او چک، چور، ٹھگ، سے کیا پڑی؟ جیتے مرتے اونھیں سبھوں کا آسرا اور اون کے گھرانے کا رکھتا ھوں بتیسوں گھڑی۔

ڈول ڈال ایک انوکھی بات کا

ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان میں چڑھی کوئی کہانی ایسی کہیے جس میں ھندی چھٹ اور کسی بولی کی پُٹ نہ ملے، تب جا کے میرا جی پھول کی کلی کے روپ سے کھلے۔ باھر کی بولی اور گنواری کچھ اُوس کے بیچ میں نہ ھو۔ اپنے ملنے والوں میں سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے، پُرانے دُھرانے ڈاگ، بوڑھے گھاگ، یہ کھڑاگ لائے، سر ھلا کر مونھ تھتھا کر، ناک بھوں چڑھا کر، آنکھیں پھرا کر لگے کہنے: ''یہ بات ھوتی دکھائی نہیں دیتی ھندوی پن بھی نہ نکلے اور بھاکھا پنا نہ ٹھونس جائے جیسے بھلے لوگ اچھوں سے اچھے آپس میں بولتے چالتے ھیں جیوں کا تیوں وھی سب ڈول رھے اور چھانہ کسی کی نہ دے یہ نہیں ھونے کا'' میں نے اون کی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹھوکا کھا کر جھنجھلا کر کہا: ''میں کچھ ایسا بڑھ بولا نہیں جو رائی کو پربت کر دکھاؤں اور جھوٹھ سچ بول کے اونگلیاں نچاؤں اور بے سری بے ٹھکانے کی اولجھی سلجھی تانیں لے جاؤں جو مجھ سے نہ ھو سکتا، تو بھلا یہ بات منہ سے کیوں نکالتا؟ جس ڈھب سے ھوتا، اس بکھیڑے کو ٹالتا، اس کہانی کا کہنے والا یہاں آپ کو جتاتا ھے اور جیسا کچھ لوگ اوسے پکارتے ھیں کہہ سناتا ھے۔

دہنا ھاتھ مونہ پر پھیر کے آپ کو جتاتا ھوں، جو میرے داتا نے چاھا، تو وہ تاؤ بھاؤ اور آؤ جاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤں، جو دیکھتے ھی آپ کے دھیان کا گھوڑا، جو بجلی سے بھی بہت چنچل، اچپلاھٹ میں ھے، ھرنوں کے روپ میں اپنی چوکڑی بھول جائے چوتکہ:

گھوڑے پر اپنے چڑھ کے آتا ھوں میں
کرتب جو ھیں سو سب دکھاتا ھوں میں
اوس چاھنے والے نے جو چاھا، تو ابھی
کہتا جو کچھ ھوں کر دکھاتا ھوں میں

اب آپ کان رکھ کے آنکھیں ملا کے سنمکھ ھو کے، ٹک ادھر دیکھیے، کس ڈھب سے بڑھ چلتا ھوں اور اپنے ان پھول کی پنکھڑی جیسے ھونٹوں سے کس کس روپ کے پھول اوگلتا ھوں۔

کہانی کے جوبن کا اوبھار اور بول چال کی دلھن کا سنگھار

کسی دیس میں کسی راجا کے گھر ایک بیٹا تھا۔ اوسے اوس کے ما، باپ اور سب گھر کے لوگ کنور اودے بھان کر کے پکارتے تھے۔ سچ مچ اوس کے جوبن کی جوت میں سورج کی ایک سوت آملی تھی۔ اوس کا اچھاپن اور بھلا لگنا کچھ ایسا نہ تھا جو کسی کے لکھنے اور کہنے میں آسکے۔ پندرہ برس بھر کے اونے سولھوے میں پاؤں رکھا تھا۔ کچھ یوں ھیں سی اس کی مسیں بھیگتی چلیں تھیں اکڑ تکڑ، اوس میں بہت سی سما رھی تھی، کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ پر کسی بات کی لوچ کا گھر گھاٹ پایا نہ تھا اور چاہ کی ندی کا پاٹ اونے دیکھا نہ تھا۔

ایک دن ھریالی، دیکھنے کو اپنے گھوڑے پر چڑھ کے اپنے اوسی اٹھکھیل اور الڑھ پن کے ساتھ دیکھتا بھالتا چلا جاتا تھا۔ اتنے میں ایک ھرنی جو اوس کے سامھنے آئی

تو اوس کا جی لوٹ پوٹ ھوا۔ اوس ھرنی کے پیچھے سب کو چھوڑ چھاڑ کر گھوڑا پھینکا۔ بھلا کوئی گھوڑا اوس کو پا سکتا تھا؟ جب سورج چھپ گیا اور ھرنی آنکھوں سے اوجھل ھوئی، تب تو یہ کنور اودے بھان بھوکھا، پیاسا، اونیدا، جمھاتا، انگڑائیاں لیتا، ھکابکا ھو کے لگا آسرا ڈھونڈھنے۔ اتنے میں کچھ ایک امریاں دھیان چڑھیں۔ اودھر چل نکلا تو کیا دیکھتا ھے، جو چالیس پچاس رنڈیاں، ایک سے ایک جوبن میں اگلی جھولا ڈالے ھوئے پڑی جھول رھی ھیں۔ اور ساون گاتیاں ھیں! جو انھوں نے اس کو دیکھا ''تو کون؟ تو کون؟ کر چنگھاڑ سی پڑ گئی۔ اون سبھوں میں سے ایک کے ساتھ اس کی آنکھ لڑ گئی۔ دوھا اپنی بولی کا:

کوئی کہتی تھی : ''یہ او چکّا ہے''
کوئی کہتی تھی : ''ایک پکّا ہے''

وھی جھولنے والی لال جوڑا پہنے ھوئے جس کو سب رانی کیتکی کہتے تھے۔ اوس کے بھی جی میں اُس کی چاہ نے گھر کیا پر کہنے سننے کو بہت سی ناونو کی اور کہا: ''اس لگ چلنے کو بھلا کیا کہتے ھیں؟ ھک نہ ھک جو تم جھٹ سے ٹپک پڑے، یہ نہ جانا جو یہاں رنڈیاں اپنی جھول رھی ھیں؟ اجی تم جو اس روپ کے ساتھ بیدھڑک چلے آئے ھو، ٹھنڈی ٹھنڈی چھانہ چلے جاؤ۔''

تب کنور نے مسوس کے ملولا کھا کے کہا: ''اتنی رکھائیاں نہ کیجیے، میں سارے دن کا تھکا ھوا، ایک پیڑ کی چھانہ میں اوس کا بچاؤ کر کے پڑ رھوں گا۔ بڑے تڑکے دھوند ھلکے میں اوٹھ کر جدھر کو مونہ پڑے گا چلا جاؤں گا، کچھ کسی کا، لیتا دیتا نہیں۔ ایک ھرنی کے پیچھے سب لوگوں کو چھوڑ کر گھوڑا پھینکا تھا جب تلک اوجیالا رھا، اوسی کے دھیان میں تھا۔ جب اندھیرا چھا گیا اور جی بہت گھبرا گیا، ان امریوں کا آسرا ڈھونڈھ کر یہاں چلا آیا ھوں۔ کچھ روک ٹوک تو نہ تھی، جو ماتھا ٹھنک جاتا اور رک رہتا۔ سر اوٹھائے ھانپتا ھوا چلا آیا، کیا جانتا تھا جو پدمنیاں یہاں پڑی جھولتی پینگیں چڑھا رھی

ھیں۔ پر یوں بدی تھی برسوں میں بھی جھولا کروں گا“۔

یہ بات سن کر وہ جو لال جوڑے والی سب کی سردھری تھی اونے کہا: ”نہ جی بولیاں ٹھولیاں نہ مارو، ان کو کہہ دو جہاں جی چاھے اپنے پڑ رھیں۔ اور جو کچھ کھانے پینے کو مانگیں سو انہیں پہونچا دو۔ گھر آئے کو کسی نے آج تک مار نہیں ڈالا۔ ان کے مونہ کا ڈول، گال تمتمائے اور ھونٹھ پڑپڑائے اور گھوڑے کا ھانپنا اور گھبراھٹ اور تھرتھراھٹ اور ٹھنڈی سانسیں بھرنا، اور نڈھال ھو کر گرے پڑنا ان کو سچا کرتا ھے؟ بات بنائی ھوئی اور پچوٹی کی کوئی چھپتی ھے۔ پر ھمارے اور ان کے بیچ میں کچھ اوٹ سی کسی کپڑے لتے کی کردو۔“

اتنا آسرا پاکے سب سے پرے کونے میں جو پانچ سات چھوٹے پودھے سے تھے، اون کی چھانہ میں کنور اودے بھان نے اپنا بچھونا کیا اور کچھ سرھانے دھر کے چاھتا تھا سو رھے، پر نیند کوئی چاھت کی لگاوٹ میں آتی تھی؟ پڑا پڑا اپنے جی سے باتیں کر رھا تھا۔ اتنے میں کیا ھوتا ھے جو رات سائیں سائیں بولنے لگتی ھے اور ساتھ والیاں سب سو رھتی ھیں۔ رانی کیتکی اپنی سہیلی مدن بان کو جگا کر یوں کہتی ھے۔

”اری او، تو نے کچھ سنا بھی، میرا جی اوس پر آ گیا اور کسی ڈول سے نہیں تھم سکتا۔ تو سب میرے بھیدوں کو جانتی ھے، اب جو ھونی ھو سو ھو، سر رھتا رھے، جاتا جائے، میں اوس کے پاس جاتی ھوں۔ تو میرے ساتھ چل، پر تیرے پانوں پڑتی ھوں، کوئی سنے نہ پائے اری یہ میرا جوڑا میرے اور اوس کے بنانے والے نے ملا دیا میں ای لیے جیسے ان امریوں میں آئی تھی۔

رانی کیتکی، مدن بان کا ھاتھ پکڑے وھاں آ پہونچتی ھے، جہاں کنور اودے بھان لیٹے ھوئے کچھ سوچ میں پڑے پڑے بڑبڑا رھے تھے۔ مدن بان آگے بڑھ کے کہنے لگی تمہیں اکیلا جان کے رانی جی آپ آئی ھیں۔ کنور اودے بھان یہ سن کر اوٹھ بیٹھے اور یہ کہا: ”کیوں نہ ھو؟ جی کو جی سے ملاپ ھے“۔ کنور اور رانی تو دونوں چپ

چاپ بیٹھے تھے، پر مدن بان دونوں کو گدگدا رھی تھی۔ ھوتے ھوتے اپنی اپنی بیتی سب نے کھولی۔ رانی کا پتا یہ کھلا: ''راجا جگت پرکاش کی بیٹی ھیں اور اُن کی ما، رانی کام لتا کہلاتی ھیں۔ ایک مہینے پیچھے ان کو ماں باپ نے ان کے کہہ دیا ھے امریوں میں جا کے جھول آیا کرو۔ سو آج وھی دن تھا جو تم سے مٹ بھیڑ ھوگئی۔ بہت مہاراجوں کے کنوروں کی باتیں آئیاں پر کسی پر ان کا دھیان نہ چڑھا۔ تمہارے دھن بھاگ، جو تمہارے پاس سب سے چھپ کے، میں جو ان کی لڑکپن کی گوئیاں ھوں، مجھے ساتھ اپنے لے کے آئیں ھیں۔ اب تم اپنی کہانی کہو جو تم کس دیس کے کون ھو؟

انھوں نے کہا: ''میرا باپ راجا سورج بھان اور ما، رانی لچھمی باس ھے۔ آپس میں جو گٹھ جوڑا ھو جائے تو انوکھی اچرج اور اچنبھے کی بات نہیں۔ یوں ھیں آگے سے ھوتا چلا آیا ھے۔

جیسا مونہ ویسی تھپیڑ، جوڑ توڑ اور ٹٹول لیتے ھیں۔ دونوں مہاراجوں کو یہ چیت چاھی بات اچھی لگے گی، پر ھم تم دونوں کے جی کا گٹھ جوڑا چاھیے۔

اس میں مدن بان بول اوٹھی سو تو ھوا۔ اب اپنی اپنی انگوٹھیاں ھیر پھیر کر لو اور آپس میں لکھوٹیں ابھی لکھ دو۔ پھر کچھ ھچر مچر نہ رھے۔

کنور اودے بھان نے اپنی انگوٹھی رانی کیتکی کو پہنا دی اور رانی کیتکی نے اپنی انگوٹھی کنور کی انگلی میں ڈال دی اور ایک دھیمی سی چٹکی بھی لے لی۔ اس میں مدن بان بول اوٹھی ''جو سچ پوچھو تو اتنی بھی بہت ھوئی، اتنا بڑھ چلنا اچھا نہیں۔ میرے سر چوٹ ھے اب اوٹھ چلو اور ان کو سونے دو اور روئیں تو پڑے رونے دو۔''

بات چیت تو ٹھیک ٹھاک ھو چکی (تھی) پچھلے پہر سے رانی تو اپنی سہیلیوں کو لیے جدھر سے آئی تھی اودھر چلی گئی اور کنور اودے بھان اپنے گھوڑے کی پیٹھ لگ کر اپنے لوگوں سے مل کر اپنے گھر پہونچے۔ کنور جی کا انوپ روپ کیا کہوں۔ کچھ کہنے میں نہیں آتا نہ

کھانا، نہ پینا، نہ لگ چلنا، نہ کسی سے کچھ کہنا، نہ سننا۔ جس دھیان میں تھے اوسی میں گوتھے رھنا اور گھڑی گھڑی کچھ کچھ سوچ سر دھنا۔

ھوتے ھوتے اس بات کا لوگوں میں چرچا پھیل گیا۔ کسی کسی نے مہاراج اور مہارانی سے بھی کہا۔ '' کچھ دال میں کالا ھے۔ وہ کنور اودے بھان جس سے تمہارے گھر کا اجالا ھے، ان دنوں کچھ اوس کے برے تیور اور بے ڈول آنکھیں دکھائی دیتی ھیں۔ گھر سے باھر تو پانوں نہیں دھرتا گھر والیاں جو کسی ڈول سے کبھی بہلاتی ھیں تو اور کچھ نہیں کرتا، ایک اونچی سانس لیتا ھے اور جو بہت کسی نے چھیڑا، تو چھپر کھٹ پر جا کے اپنا مونہ لپیٹ کے آٹھ آٹھ آنسوں پڑا روتا ھے۔

یہ سنتے ھی ما، باپ دونوں کنور کے پاس دوڑے آئے۔ گلے لگایا، مونہ چوما، پانوں پر بیٹے کے گر پڑے، ھاتھ جوڑے کہا: ''جو اپنے جی کی بات ھے، سو، کہتے کیوں نہیں؟ کیا دوکھڑا ھے، جو پڑے پڑے کراھتے ھو؟ راج پاٹ جس کو چاھو دے ڈالو۔ کہو تو (تم) کیا چاھتے ھو؟ تمہارا جی کیوں نہیں لگتا؟ بھلا، وہ ھے کیا، جو ھو نہیں سکتا، مونہ سے بولو، جی کو کھولو اور جو کہنے میں کچھ سوچتے ھو، تو ابھی لکھ بھیجو۔ جو کچھ لکھو گے جیوں کی تیوں وھیں کرنے میں آوے گی۔ جو تم کہو گے کنویں میں گر پڑو، تو ھم دونوں ابھی کنویں میں گر پڑتے ھیں۔ جو کہو سر کاٹ ڈالو، تو سر اپنے ابھی کاٹ ڈالتے ھیں۔

کنور اودھے بھان، وہ جو بولتے ھی نہ تھے، انھوں نے لکھ بھیجنے کا آسرا پا کے اتنا بولے: اچھا آپ سدھاریے میں لکھ بھیجتا ھوں۔ پر میرے اوس لکھنے کو میرے مونہ پر کسی ڈھب سے نہ لانا۔ نہیں تو میں بہت لجیاؤں گا اسی لیے تو مکھ بات ھو کے میں نے کچھ نہ کہا۔ اور یہ لکھ بھیجا: ''اب جو میرا جی نتھوں میں آ گیا اور کسی ڈھب سے نہ رھا گیا۔ آپ نے مجھے سو سو روپ سے کھولا اور بہت سا ٹٹولا، تب تو لاج چھوڑ کے ھاتھ جوڑ کے مونہ کو پھوڑ کے گھگھیا کے یہ لکھتا ھوں۔ دوھا اپنی بولی کا:

چاہ کے ھاتھوں کسی کو سکھ نہیں
ھے بھلا وہ کون جس کو دکھ نہیں

وہ اس دن جو میں ھریالی دیکھنے کو گیا تھا وھاں جو میرے سامھنے ایک ھرنی کنوتیاں اوٹھائے ھوئے ھوگئی تھی، اوس کے پیچھے میں نے گھوڑا بگ چھٹ پھینکا تھا۔ جب تک اوجیالی رھی اوسی کی دھن میں بھٹکا کیا، جب اندھیرا ھوگیا اور سورج ڈوبا، تب جی میرا بہت اوبھا۔ سہانی سی امریاں تاک کے میں اون میں گیا، تو اون امریوں کا پتا پتا میرے جی کا گاھک ھوا۔ وھاں کا یہ سوھلا ھے، کچھ رنڈیاں جھولا ڈالے جھول رھی تھیں۔ اون سب کی سردھری کوئی رانی کیتکی، مہاراجا جگت پرکاش کی بیٹی ھیں۔ اونھوں نے یہ انگوٹھی اپنی مجھے دی اور میری انگوٹھی اونھوں نے لی اور لکھوٹ بھی لکھ دی۔ سو یہ انگوٹھی اون کی لکھوٹ سمیت میرے لکھے ھوئے کے ساتھ پہونچتی ھے۔ آپ دیکھ لیجیے اور جس میں بیٹے کا جی رہ جائے وہ کیجیے۔

مہاراج اور مہارانی اوس بیٹے کے لکھے ھوئے پر سونے کے پانی سے یوں لکھتے ھیں: '' دونوں نے اوس انگوٹھی اور لکھوٹ کو اپنے آنکھوں سے ملا۔ اب تم اپنے جی میں کچھ کڑھو پچو مت۔ جو رانی کیتکی کے ما، باپ تمہاری بات مانتے ھیں تو ھمارے سمدھی اور سمدھن ھیں، دونوں راج ایک ھوجائیں گے اور کچھ ناہ نوہ کی ٹھہرے گی تو جس ڈول سے بن آوے گا، ڈھال تلوار کے بل تمہاری دولھن، ھم تم سے ملاویں گے۔ آج سے اوداس مت رھا کرو۔ کھیلو، کودو، بولو، چالو، انندیں کرو۔ ھم اچھی گھڑی سبھ مہورت سوچ کے تمہارے سسرال میں کسی باھمن کو بھیجتے ھیں، جو بات چیت چاھی ٹھیک کر لاوے۔ باھمن جو سبھ گھڑی دیکھ کے ھڑ بڑی سے گیا تھا، اوس پر بڑی کڑی پڑی۔ سنتے ھی رانی کیتکی کے باپ نے کہا: '' اون کے ھمارے ناتا نہیں ھونے کا۔ اون کے باپ دادے ھمارے باپ دادوں کے آگے سدا ھاتھ جوڑ کے باتیں کیا کرتے تھے اور ٹک جو

تیوری چڑھی دیکھتے تھے بہت ڈرتے تھے۔ کیا ھوا جو اب وہ بڑھ گئے اور اونچے پر چڑھ گئے؟ جس کے ماتھے ھم بائیں پانوں کے انگوٹھے سے ٹیکا لگاویں وہ مہاراجوں کا راجا ھو جاوے۔ کس کا مونہ جو یہ بات ھمارے مونہ پر لائے، بامھن نے جل بھن کے کہا: اگلے بھی ایسی ھی کچھ بچارے ھوے ھیں اور بھری سبھا میں یہی کہتے تھے ھم میں، اور میں کچھ گوت کی تو میل نہیں ھے، پر کنور کی ھٹ سے کچھ ھماری نہیں چلتی، نہیں تو ایسی اوچھی بات کب ھمارے مونہ سے نکلتی''؟ یہ سنتے ھی اوس مہاراج نے اوس بامھن کے سر پر پھولوں کی چھڑی پھینک ماری اور کہا: ''جو بامھن کے ھتیا کا دھڑکا نہ ھوتا، تو تجھ کو ابھی چکی میں دلوا ڈالتا۔ اس کو لے جاؤ اور ایک اندھیری کوٹھری میں موند رکھو''۔ جو اس بامھن پر بیتی، سو سب کنور اودے بھان کے ما، باپ نے سنتے ھی لڑنے کی ٹھان، اپنا ٹھاٹھ باندھ کر دل بادل جیسے گھر آتے ھیں، چڑھ آیا، جب دونوں مہاراجوں میں لڑائی ھونے لگی، رانی کیتکی ساون بھادوں کے روپ سے رونے لگی، اور دونوں کے جی پر یہ آ گئی: ''یہ کیسی چاھت ھے، جس میں لوھو برسنے لگا اور اچھی باتوں کو ترسنے لگا''؟ کنور نے چپکے سے یہ لکھ بھیجا: ''اب میرا کلیجا ٹکڑے ھوا جاتا ھے۔ دونوں مہاراجوں کو آپس میں لڑنے دو، کسی ڈول سے جو ھو سکے، تو تم مجھے اپنے پاس بلا لو ھم تم دونوں مل کے کسی اور دیس کو نکل چلیں۔ جو ھونی ھو سو ھو۔ سر رھتا رھے، جاتا جائے''۔ ایک مالن جس کو پھول کلی کر سب پکارتے تھے، اونے اوس کنور کی چٹھی کسی پھول پنکھڑی میں لپیٹ سپیٹ کے رانی کیتکی تک پہونچا دی۔ رانی نے اوس چٹھی سے آنکھیں اپنی ملیں اور مالن کو ایک تھال بھر کے موتی دیے اور اوس چٹھی کی پیٹھ پر اپنے مونہ کی پیک سے یہ لکھا: ''اے میرے جی کے گاھک، جو تو مجھے بوٹی بوٹی کر چیل کوؤں کو دے ڈالے تو بھی میری آنکھوں چین کلیجے سکھ ھو، پر یہ بات بھاگ چلنے کی اچھی نہیں، اس میں ایک باپ دادے کو چٹ لگ جاتی ھے۔ اور جب تک ما، باپ جیسا کچھ ھوتا چلا آیا ھے، اوسی ڈول سے

بیٹا بیٹی کو کسی پر پٹک نہ ماریں اور سرے کی کے چیپک نہ دیں تب تک یہ ایک جی تو کیا جو کروڑ جی جاتے رھیں، کوئی بات ھمیں تو رچتی نہیں'' یہ چٹھی بیک بھری جو کنور تک جا پہونچتی ھے، اوس پر کئی ایک سونے کے تھال ھیرے موتی، پکھراج کے کھچا کھچ بھرے ھوئے نچھاور کر کے لٹا دیتا ھے۔ اور جتنی سے اوس کی بیکلی تھی چوگنی چگنی ھو جاتی ھے اور اوس چٹھی کو اپنے اوس گورے ڈنڈ پر باندھ لیتا ھے۔

آنا جوگی مہندر گر کا کیلاس پہاڑ سے اور ھرن ھرنی کر ڈالنا کنور اودے بھان اور اوس کے ما، باپ کا

جگت پرکاش اپنے گرو کو جو کیلاس پہاڑ پر رہتا تھا، یوں لکھ بھیجتا ھے: ''کچھ ھماری سہائے کیجیے۔ مہا کٹھن ھم بپتا ماروں کو پڑی ھے۔ راجا سورج بھان کو اب یہاں تک باؤ بھک نے لیا ھے۔ جو انھوں نے ھم سے مہاراجوں سے ناتے کا ڈول کیا ھے'' کیلاس پہاڑ اک ڈال چاندی کا ھے۔ اس پر راجا جگت پرکاش کا گرو، مہندر گر جس کو اندر لوک کے سب لوگ کہتے تھے۔ دھیان گیان میں کوئی نوے لاکھ اتیتوں کے ساتھ ٹھاکر کے بھجن میں دن رات رہا کرتا تھا۔ سونا، روپا، تانبے، رانگے کا بنانا تو کیا، اور گٹکا مونہ میں لیکے اوڑنا ورے رھے۔ اوس کو اور اور باتیں اس اس ڈھب کی دھیان میں تھیں جو کہنے سننے سے باھر ھیں۔ مینہ سونے روپے کا برسا دینا، اور جس روپ میں چاھنا ھو جانا، سب کچھ اوس کے آگے ایک کھیل تھا۔ اور گانے میں اور بین بجانے میں مہادیو چھٹ، سب اُسکے آگے کان پکڑتے تھے۔ سرتی جس کو ھندو کہتے ھیں (آدھ شکتی) اونے بھی اسی سے کچھ گنگنانا سیکھا تھا۔ اوس کے سامھنے چھ راگ، چھتیس راگنیاں آٹھ پہر روپ بندھوں کا

سادھرے ھوے اوس کی سیوا میں ھاتھ جوڑے، کھڑی رھتی تھیں وھاں اتیتوں کو یہ کہہ کر پکارتے تھے۔ بھیروں گر، بھبھاس گر، ھنڈول گر، میگھ ناتھ، کدار ناتھ، دیپک داس، جوتی سروپ، سارنگ روپ اور اتیتنیاں اس ڈھب سے کہلاتی تھیں: گوجری، ٹوڑی اساوری، گوری، مالسری، بلاولی، جب چاہتا تھا اُدھر سنگاسن پر بیٹھ کے اوڑائے پھرتا تھا، اور نوے لاکھ اتیت گٹکے اپنے اپنے مونہ لیے ھوئے گیروے بستر پہنے جٹا بکھیرے اوس کے ساتھ ھوتے تھے۔ جس گھڑی راجا جگت پرکاش کی چٹھی ایک بگولا لے پہونچتا ھے، جو مہندر گر ایک چنگھاڑ مار کے دل بادلوں کو تہلکا دیتا ھے۔ باگھمبر پر بیٹھ بھبھوت اپنے منھ کو مل کچھ کچھ پڑھنت کرتا ھوا باو کے گھوڑے کی پیٹھ لاگا اور سب اتیت مرگ چھالوں پر بیٹھے ھوئے گٹکے منہ میں لیے ھوئے بول اوٹھے ”گورکھ جاگا“ ایک آنکھ کی جھپک میں وھاں آپہونچتا ھے۔ جہاں دونوں مہاراجوں میں لڑائی ھو رھی تھی۔ پہلے تو ایک کالی آندھی آئی، پھر اولے برسے، پھر ایک ٹڈی آئی، کسی کو اپنی سدھ نہ رھی۔ ھاتھی گھوڑے اور جتنے لوگ اور بھیڑ بھاڑ راجا سورج بھان کی تھی، کچھ نہ سمجھا گیا کدھر گئی، اونھیں کون اٹھا لے گیا اور راجا جگت پرکاش کے لوگوں پر اور رانی کیتکی کے لوگوں پر کیوڑے کی بوندوں کی ننھی ننھی پُھاری پڑنے لگی۔ جب یہ سب کچھ ھو چکا تو گرو جی نے اپنے اتیتوں سے کہہ دیا: ”اودے بھان، سورج بھان، لچھمی باس ان تینوں کو ھرن ھرنی بنا کے کسی بن میں چھوڑ دو، اور جو ان کے ساتھی ھوں اون سبھوں کو توڑ پھوڑ دو“ جیسا کچھ گرو جی نے کہا جھٹ پٹ وو ھیں کیا۔ بپت کا مارا کنور اودے بھان اور اوس کا باپ وہ مہاراجا سورج بھان اور اوس کی ما وہ مہارانی لچھمی باس، ھرن ھرنی بن بن کر ھری ھری گھاس کئی برس تک چگتے رھے اور اوس بھیڑ بھڑکے کا تو کچھ تھل بیڑا نہ ملا جو کدھر گئی اور کہاں تھی۔ یہاں کی یہیں رہنے دو، پھر سنیو اب رانی کیتکی کی بات اور مہاراجا جگت پرکاش کی سنیے اون کے گھر کا گھر گرو جی کے پانو پر گرا اور سب نے سر جھکا کر کہا: ”مہاراج یہ آپ نے بڑا کام کیا۔ ھم

سب کو رکھ لیا۔ جو آج آپ نہ آپہونچتے تو کیا رہا تھا۔ سب نے مرمٹنے کی ٹھان لی تھی۔ ان پاپیوں سے کچھ نہ چلے گی یہ جان لی تھی۔ راج پاٹ سب ہمارا آپ نچھاور کر کے جس کو چاہیے دے ڈالیے۔ ہم سب کو اتیت بنا کے اپنے ساتھ لے لیجیے، راج ہم سے نہیں تھم سکتا۔ سورج بھان کے ہاتھ سے آپ نے بچایا۔ کوئی اون کا چچا چندر بھان چڑھ آوے گا تو کیونکر بچنا ہوگا؟ اپنے آپ میں تو سکت نہیں پھر ایسے راج کا پھٹے منہ کہاں تک آپ کو ستایا کریں گے۔" یہ سن کر جوگی مہندر گر نے کہا: تم سب ہمارے بیٹا بیٹی ہو، آنندیں کرو، دندناؤ، سکھ چین سے رہو، ایسا وہ کون ہے جو تمہیں آنکھ بھر کر اور ڈھب سے دیکھ سکے؟ یہ بگھمبر اور یہ بھبھوت ہم نے تمہیں دیا آگے جو کچھ ایسی گاڑھ پڑے، تو اس بگھمبر میں سے ایک رونگٹا توڑ کر آگ پر دھر کے پھونک دیجیو وہ رونگٹا پھوکنے نہ پاوے گا جو ہم آن پہونچیں گے۔ رہا بھبھوت سو اس لیے ہے، جو کوئی چاہے جب اسے آنجن کرے وہ سب کچھ دیکھے اور اوسے کوئی نہ دیکھے۔ جو چاہے کرے گرو مہندر گر، جن کے پانو پوجیے اور دھن مہاراج کہیے، اون سے تو کچھ چھپاو نہ تھا مہاراجا جگت پرکاش اون کو مورچھل کرتے ہوئے رانیوں کے پاس لے گئے۔ سونے روپے کے پھول (ہیرے موتی) گود بھر بھر سب نے نچھاور کیے اور ماتھے رگڑے۔ اونھوں نے سب کی پیٹھیں ٹھونکیں۔ رانی کیتکی نے بھی ڈنڈوت کی، پر جی ہی جی میں بہت سی گرو جی کو گالیاں دیں۔ گرو جی سات دن سات راتیں یہاں رہ کے راجا جگت پرکاش کو سنگھاسن پر بٹھا کے اپنے اوس بگھمبر پر بیٹھ اوسی ڈول سے کیلاس پہاڑ پر آدھمکے، راجا جگت پرکاش اپنے اگلے سے ڈھب راج کرنے لگے۔

رانی کیتکی کا مدن بان کے آگے رونا اور پچھلی باتوں کا دھیان کر کے جی سے ھاتھ دھونا اپنی بولی کے دوھوں میں

رانی کو بہت سی بے کلی تھی
کب سوچتی کچھ بری بھلی تھی
چپکے چپکے کراھتی تھی
جینا اپنا نہ چاھتی تھی
کہتی تھی کبھی : "اری مدن بان
ھے آٹھ پہر مجھے وھی دھیان
یاں پیاس کے بھلا کسے بھوکھ
دیکھوں ھوں وھی ھرے ھرے روکھ
ٹپکے گا ڈر ھے اب یہ کہیے
چاھت کا گھر ھے اب یہ کہیے
امریوں میں اون کا وہ اترنا
اور رات کا سائیں سائیں کرنا
اور چپکے سے اوٹھ کے میرا جانا
اور تیری وہ چاہ کا جتانا
اون کی وہ اوتار انگوٹھی لینی
اور اپنی انگوٹھی اون کو دینی
آنکھوں میں میری وہ پھر رھی ھے

جس کا جو روپ تھا وھی ھے
کیوں کر انھیں بھولوں، کیا کروں میں؟
ما باپ سے کب تلک ڈروں میں؟
اب میں نے سنا ھے اے مدن بان
بن بن کے ھرن ھوے اودے بھان
چرتے ھوں گے ھری ھری دوب
کچھ تو بھی پسیج، سوچ میں ڈوب
میں اپنی گئی ھوں چوکڑی بھول
مت مجھ کو سنگھا یہ ڈھڈے پھول
پھولوں کو اٹھا کے یہاں سے لے جا
سو ٹکڑے میرا ھوا کلیجا
بکھرے جی کو نہ کر اکٹھا
اک گھاس کا لاکے رکھ دے پٹھا
ھریالی اوسی کی دیکھ لوں میں
کچھ اور تو تجکو کیا کہوں میں
ان آنکھوں میں ھے بھڑک ھرن کی
پلکیں ھوئیں جیسی گھاس بن کی
جب دیکھیے ڈبڈبا رھی ھیں
اوسیں آنسوں کی چھا رھی ھیں
یہ بات جو جی میں گڑ گئی ھے
ایک اوس سے مجھ پہ پڑ گئی ھے

اسی ڈول سے جب اکیلی ھوتی تھی، تب مدن بان کے ساتھ ایسے ھی کچھ موتی پروتی تھی۔

بھبھوت مانگنا رانی کیتکی کا اپنی ما، رانی کام لتا سے آنکھ مچولی کھیلنے کے لیے اور روٹھ رہنا، اور راجا جگت پرکاش کا بلانا اور پیار سے کچھ کچھ کہنا اور وہ بھبھوت دینا۔

ایک رات رانی کیتکی نے اپنی ما رانی کام لتا کو بُھلاوے میں ڈال کے یہ پوچھا ''گرو جی گُسائیں مہندر گر نے جو بھبھوت میرے باپ کو دیا تھا وہ کہاں رکھا ھے اور اوس سے کیا ھوتا ھے؟ اوس کی ماں نے کہا: ''میں تیرے واری! تو کیوں پوچھتی ھے؟ رانی کیتکی کہنے لگی: ''آنکھ مچول کھیلنے کے لیے چاھتی ھوں جب اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلوں اور چور بنوں تو کوئی مجکو پکڑ نہ سکے''۔ رانی کام لتا نے کہا: ''وہ کھیلنے کے لیے نہیں ھے۔ ایسے لٹکے کسی برے دن کے سمبھال کو ڈال رکھتے ھیں۔ کیا جانے، کوئی گھڑی کیسی ھے، کیسی نہیں۔ رانی کیتکی اپنی ما، کی اس بات سے اپنا مونہ تُھتھا کے اوٹھ گئی اور دن بھر کھانا نہ کھایا۔ مہاراج نے جو بلایا، تو کہا مجھے رُچ نہیں۔ تب رانی کام لتا بول اٹھیں۔ ''اجی، تم نے کچھ سنا بھی یا نہیں بیٹی تمہاری آنکھ مچول کھیلنے کے لیے وہ بھبھوت گرو جی کا دیا ھوا مانگتی تھی۔ میں نے نہ دیا اور کہا: ''لڑکی یہ لڑکپن کی باتیں اچھی نہیں۔ کسی برے دن کے لیے گرو جی دے گئے ھیں۔ اسی پر مجھ سے روٹھی ھے۔ بہتیرا بہلاتی پھسلاتی ھوں، مانتی نہیں''۔ مہاراج نے کہا: ''بھبھوت کیا مجھے تو اپنا جی بھی اوس سے پیارا نہیں۔ اوس کے ایک گھڑی بھر کے بہل جانے پر ایک جی تو کیا جو لاکھ جی ھوں تو دے ڈالیے رانی کیتکی کو

ڈبیا میں سے تھوڑا سا بھبھوت دیا۔ کئی دن تک آنکھ مچول اپنے ما، باپ کے سامنے سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی، سب کو ھنساتی رہی۔ جو سو سو تھال موتیوں کے نچھاور ھوا کیے کیا کہوں ایک چہل تھی جو کہیے تو کروڑوں پوتھیوں میں جیوں کی تیوں نہ آسکے۔

رانی کیتکی کا چاھت سے بیکل ھواو پھرنا
اور مدن بان کا ساتھ دینے سے نہیں کرنا

ایک رات رانی کیتکی اوسی دھیان میں اپنے مدن بان سے کہہ اوٹھی: ''اب میں نگوڑی لاج سے کسٹ کرتی ھوں۔ تو میرا ساتھ دے'' مدن بان نے کہا: کیوں کر؟'' رانی کیتکی نے وہ بھبھوت کا لینا اسے جتایا اور یہ سنایا: ''سب یہ آنکھ مچول کی چہلیں میں نے اسی دن کے لیے کر رکھی تھیں۔'' مدن بان بولی: ''میرا کلیجا تھرتھرانے لگا۔ اے یہ مانا جو تم اپنی آنکھوں میں اس بھبھوت کا انجن کرلوگی اور میرے بھی لگا دوگی، تو ھمیں تمھیں کوئی نہ دیکھے گا اور ھم تم سب کو دیکھیں گے پر ایسے ھم کہاں کے جی چلے ھیں جو بن لیے جو بن ساتھ پڑے بھٹکا کریں اور ھرنوں کی سینگوں میں دونو ھاتھ ڈال کے لٹکا کریں۔ اور جس کے لیے یہ سب کچھ ھے سو وہ کہاں؟ اور ھووے تو کیا جانے جو یہ رانی کیتکی جی اور یہ مدن بان نگوڑی نوچی کھسوٹی اون کی سہیلی ھے۔ چولھے اور بھاڑ میں جائے یہ چاہت جس کے لیے ما، باپ، راج پاٹ، سکھ، نیند، لاج کو چھوڑ کر ندیوں کے کچھاروں میں پھرنا پڑے! سو بھی بے ڈول۔ جو اپنے روپ میں ھوتے، تو بھلا کچھ تھوڑا بہت آسرا تھا۔ نہ جی، یہ ھم سے نہ ھو سکے گا جو مہاراج جگت پرکاش اور مہارانی کام لتا کا ھم جان بوجھ کر گھر اجاڑیں اور بہکا کے اون کی بیٹی، جو اکلوتی لاڈلی ھے اوس کو لے جاویں اور جہاں تہاں اوسے بھٹکاویں اور بناس پتی کھلاویں اور اپنے چونڈے کو

ھلاویں۔ اے جی اوس دن تمھیں یہ بوجھ نہ آئی تھی۔ جب تمھارے اور اس کے ما، باپ میں لڑائی ھو رھی تھی، اونے اوس مالن کے ھاتھ تمھیں لکھ بھیجا تھا ''بھاگ چلیں''؟ تب تو اپنے منہ کی پیک سے اوس کی چٹھی کی پیٹھ پر جو لکھا تھا سو کیا بھول گئی ھو، تب تو وہ تاؤ بھاؤ دکھایا تھا اب جو وہ کنور اودے بھان اور اون کے ماں باپ تینوں جنے بن بن کے ھرن ھرنی بنے ھوئے کیا جانے کدھر ھونگے۔ کہ اون کے دھیان پر وہ کر بیٹھے جو کسی نے تمھارے گھرانے بھر میں نہیں کی۔ اس بات پر مائی ڈال دو، نہیں تو بہت پچھتاؤ گی اور اپنا کیا پاؤ گی۔ مجھ سے تو کچھ نہ ھو سکے گا۔ تمھاری کچھ اچھی بات ھوتی تو جیتے جی میرے مونہ سے نہ نکلتی پر یہ بات میرے پیٹ میں نہیں پچ سکتی۔ تم ابھی الھڑ ھو۔ تم نے کچھ دیکھا نہیں۔ جو اسی بات پر سچ مچ تمھیں ڈھلا دیکھوں گی تو تمھارے ما، باپ سے کہہ کر وہ بھبوت کو جو موا انگوڑا بھوت، مچھندر کا پوت، ابدھوت دے گیا ھے۔ ھاتھ مڑوا کے چھنوا لوں گی''۔ رانی کیتکی نے یہ رکھائیاں مدن بان کی سن کر ھنس کے ٹال دیا اور کہا: ''جس کا جی ھاتھ میں نہ ھو، اوسے ایسی لاکھوں سوجھتی ھیں پر کہنے اور کرنے سے بہت سا پھیر ھے۔ یہ بھلا کوئی اندھیر ھے جو میں ما، باپ کو چھوڑ ھرنوں کے پیچھے پڑی دوڑتی اور کرچھالیں مارتی پھروں پر اری، تو بڑی باولی چڑیا ھے، جو تو نے یہ بات ٹھیک ٹھاک کر جان لی اور مجھ سے لڑنے لگی''۔

رانی کیتکی کا بھبوت آنکھوں میں لگا کر گھر سے باھر نکل جانا اور سب چھوٹے بڑوں کا تلملانا۔

دس پندرہ دن پیچھے ایک رات رانی کیتکی بن کہے مدن بان کے، وہ بھبوت آنکھوں میں لگا کر گھر سے باھر نکل گئی کچھ کہنے میں نہیں آتا جو ما، باپ پر ھوئی سب نے یہ بات لہرا دی گرو جی نے کچھ سمجھ کر رانی کیتکی کو اپنے پاس بولا لیا ھوگا۔ مہاراجا جگت پرکاش

اور مہارانی کام لتا راج پاٹ سب کچھ اس بروگ میں چھوڑ چھاڑ ایک پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھے اور کسی کو اپنے لوگوں میں سے راج تھامنے کے لیے چھوڑ گئے۔ تب مدن بان نے وہ سب باتیں کھولیاں رانی کیتکی کے ما، باپ نے یہ کہا' اری مدن بان جو تو بھی اون کے ساتھ ھوتی تو کچھ ھمارا جی ٹھہرتا اب جو وہ تجھے لے جائیں تو تو کچھ بچر مچر نہ کیجیو اون کے ساتھ ھولیجیو جتنا بھبھوت ھے، تو اپنے پاس رکھ۔ ھم کیا اس راکھ کو چولھے میں ڈالیں گے؟ گرو جی نے تو دونوں راجوں کا کھوج کھویا کنور اودے بھان اور اس کے ما، باپ ووں ٹھور رھے اور جگت پرکاش اور کام لتا کو یوں تلپٹ کیا۔ بھبھوت نہ ھوتا تو یہ باتیں کاھے کو سامھنے آتیں۔ (ندان) مدن بان بھی اون کے ڈھونڈھنے کو نکلی، آنجن لگائے ھوئے رانی کیتکی، رانی کیتکی کہتی چلی جاتی۔ بہت دنوں پیچھے کہیں رانی کیتکی بھی ھرنوں کی ڈاروں میں اودے بھان، اودے بھان چنگھاڑتی ھوئی آنکلی جو ایک نے ایک کو تاڑ کر یوں پکارا: ''اپنی اپنی آنکھیں ڈھوڈالو''۔ ایک ڈیرے پر بیٹھ کر دونوں کی مٹ بھیڑ ھوئی، گلے مل کے ایسی روئیاں جو پہاڑوں میں کوک سی پڑ گئی:

دوھا اپنی بولی کا:

چھا گئی ٹھنڈی سانس جھاڑوں میں
پڑ گئی کوک سی پہاڑوں میں

دونوں جنیا ایک ٹیلے پر اچھی سی چھانہ تاڑ کے آبیٹھیاں اپنی اپنی باتیں دوھرانے لگیں۔

بات چیت مدن بان کی رانی کیتکی کے ساتھ

رانی کیتکی نے اپنی بیتی سب کہی اور مدن بان وھی اگلا جھینکنا جھینکا کی اور اون کے ما، باپ نے اون کے لیے جو جوگ سادھا اور جو بروگ لیا تھا سب کہا۔ جب مدن بان یہ سب کچھ

کہہ چکی تو پھر ہنسنے لگی۔ رانی کیتکی یہ لگی پڑھنے، دوھے اپنی بولی کے:

ھم نہیں ھنسنے سے روکتے جس کا جی چاھے ھنسے
ھے وھی اپنی کہاوت : آ پھنسے جی آ پھنسے
اب تو سارا اپنے پیچھے جھگڑا جاتا لگ گیا
پانو کا کیا ڈھونڈھتی ھے؟ جی میں کانٹا لگ گیا

مدن بان سے کچھ رانی کیتکی کے آنسو پونچھتے سے چلے اونے یہ بات ٹھہرائی: جو تم کہیں ٹھہرو تو میں تمہارے اون اوجڑے ھوئے ما، باپ کو چپ چاپ یہیں لے آؤں اور اونھیں سے اوس بات کو ٹھہراؤں۔ گسائیں مہندر گر، جس کے یہ سب کرتوت ھیں، وہ بھی اونھیں دونوں اوجڑے ھووں کی مٹھی میں ھے۔ اب بھی میرا کہا جو تمہارے دھیان چڑھے تو گئے ھوئے دن پھر پھر سکتے ھیں، پر تمہارے کچھ بھاویں نہیں، ھم کیا پڑے بکتے ھیں۔ میں اس پر بیڑا اوٹھاتی ھوں، بہت دنوں میں رانی کیتکی نے اس پر اچھا کہا اور مدن بان کو اپنے ما، باپ پاس بھیجا اور چٹھی اپنے ھاتھوں سے لکھ بھیجی، جو آپ سے کچھ ھو سکے، تو اوس جوگی سے یہ ٹھہرا کے آویں۔

مہاراج اور مہارانی کے پاس مدن بان کا پھر آنا اور چِت چاھی بات کا سنانا

مدن بان رانی کیتکی کو اکیلا چھوڑ کر راجا جگت پرکاش کا اور رانی کام لتا جس پہاڑ پر بیٹھے ھوئے تھے وھاں چھٹ سے آدیس کر کے آ کھڑی ھوتی ھے اور کہتی ھے لیجیے آپ کا گھر نئے سر سے بسا اور اچھے دن آئے رانی کیتکی کا ایک بال بھی بیکا نہیں ھوا۔ اونھیں کے ھاتھ کی یہ چٹھی لائی ھوں۔ آپ پڑھ لیجیے۔ آگے جو چاھیے سو کیجیے۔ مہاراج نے اسی بگھمبر میں سے ایک رونگٹا توڑ کر آگ پر دھر دیا۔ بات کی بات میں گسائیں مہندر

گر آ پہونچے اور کچھ یہ نیا سانگ جوگی اور جوگن کا آیا تھا آنکھوں دیکھی۔ سب کو چھاتی سے لگایا اور کہا بھبھوت تو اسی لیے میں سونپ گیا تھا (کہ) جو تم پر کچھ ہوئے تو اوس کا ایک رونگٹا پھونک دیجو۔ تمہارے گھر کی یہ گت ہوگئی۔ اب تک تم کیا کر رہے تھے۔ کن نیندوں (میں) سوتے تھے؟ پر تم کیا کرو؟ وہ کھلاڑی جو جو روپ چاہے سو دکھاوے جو جو ناچ چاہے سو نچاوے۔ بھبھوت لڑکی کو کیا دینا تھا۔ ہرن ہرنی تو اودے بھان اور سورج بھان اوس کے باپ کو اور چھمی باس اور اوس کی 'ما' کو میں نے کیا تھا، میرے آگے پھر اون تینوں کو جیسے کا تیسا کرنا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اچھا، ہوئی سو ہوئی اب چلو اوٹھو اپنے راج پر براجو اور بیاہ کے ٹھاٹھ کرو۔ اب تم اپنی بیٹی کو سمیٹو، کنور اودے بھان کو میں نے اپنا بیٹا کیا اور اوس کو لیکے میں بیاہنے چڑھوں گا۔ مہاراج یہ سنتے ہی اپنے راج کی گدی پر آ بیٹھے اور اوسی گھڑی کہہ دیا ساری چھتوں کو اور کوٹھوں کو گوٹے سے منڈھ لو، اور سونے روپے کے روپہلے سنہرے سہرے سب جھاڑ اور پہاڑوں پر باندھ دو اور پیڑوں میں موتی کی لڑیاں گوندھو، اور کہہ دو، چالیس دن چالیس رات تک جس گھر میں ناچ آٹھ پہر نہ رہے گا اوس گھر والے سے میں روٹھ رہوں گا اور جانوں گا، یہ میرے دکھ سکھ کا ساتھی نہیں (اور) چھ مہینے جد کوئی چلنے والا کہیں نہیں ٹھہرے اور رات دن چلا جائے اس ہیر پھیر میں وہ راج تھا سب کہیں یہی ڈول ہوگیا۔

جانا مہاراج اور مہارانی اور گسائیں مہندر گر کا رانی کیتکی کے لینے کے لیے

پھر گرو جی مہاراج اور مہارانی، مدن بان کے ساتھ وہاں آ پہنچے جہاں رانی کیتکی چپ چاپ سوں کھینچے ہوئے بیٹھی ہوئی تھی۔ گرو جی نے رانی کیتکی کو اپنی گود میں لیکے کنور اودے بھان کا چڑھاوا چڑھا دیا اور کہا لو تم اپنے ما، باپ کے ساتھ اپنے گھر سدھارو

اب میں اپنے بیٹے کنور اودے بھان کو لیے ھوئے آتا ھوں۔

گرو جی گسائیں، جن کو ڈنڈوت ھے، سو تو وون سدھارتے ھیں آگے جو ھوگی کہنے میں آوے گی۔ یہاں کی یہ دھوم دھام اور پھیلاوا دھیان کیجے۔

مہاراج جگت پرکاش نے اپنے سارے دیس میں کہا یہ پکار دیں: ''جو یہ نہ کرے گا اوس کی بُری گت ھوگی۔ گانو گانو میں آمنے سامھنے ترپولیے بنا بنا کے سوھے کپڑے اون پر لگا دو، اور گوٹ دھنک کی اور گوکھرو روپہلی سنہری اور کرنیں اور ڈانگ ٹانگ رکھو، اور جتنے بڑھ، پیپل کے پرانے پرانے پیڑ جہاں جہاں ھوں اون پر گوٹے کے پھولوں کے سہرے بڑے بڑے ایسے جس میں سر سے لگا جڑ تک اون کی تھلک اور جھلک پہونچے باندھ دو'' چونکہ پودھوں نے رنگا کے سوھے جوڑے پہنے، سب پانو میں ڈالیوں نے توڑے پہنے، بوٹی بوٹی پھول پھل کے گہنے جو بہت نہ تھے تو تھوڑے تھوڑے پہنے، جتنے ڈھڈ ھے اور ھریاول میں لہلہے پات تھے، سب نے اپنے اپنے ھاتھ میں چہچہی مہندی کی رچاوٹ سجاوٹ کے ساتھ جتنی سماوٹ میں سما سکی، کر اور جہاں تلک نول بیاھی دلھنیں ننھی ننھی پھلیوں کی اور سہاگنیں نئی نئی کلیوں کی جوڑے پنکھڑیوں کے پہنے ھوئے تھیں۔ سب نے اپنی اپنی گود سہاگ پیار کے پھول اور پھلوں سے بھر لی۔ اور تین برس کا پیسا، جو لوگ دیا کرتے تھے اوس راجا کے راج بھر میں جس جس ڈھب سے ھوا، کھیتی باڑی کر کے، ھل جوت کے اور کپڑ التا بیچ کے کھونچ کے، سو سب اون کو چھوڑ دیا جو جو اپنے گھروں میں بناؤ کے ٹھاٹھ کریں اور جتنے راج بھر میں کنویں تھے کھنڈسالوں کی کھنڈسالیں (لے جا) اون میں اونڈیلی گئیں اور سارے بنوں میں اور پہاڑ تلیوں میں لالٹینوں کی جھم جھماھٹ راتوں کو دکھائی دینے لگی۔ اور جتنی جھیلیں تھیں اون سب میں

کسنبھ اور ٹیسو اور ھار سنگار پڑ گیا اور کیسر بھی تھوڑی گھولنے میں آ گئی اور پھننگ سے لگا جڑ تلک جتنے جھاڑ جھنکاڑوں میں پتے اور پتوں کے بندھے چھتے تھے اون پر روپہلے سنہرے ڈانگ گوند لگا لگا کے چپکا دئے اور سبھوں کو کہہ دیا گیا جو سوھی پگڑی اور سوھے باگے بن کوئی کسی ڈول کا کسی روپ سے نہ پھرے چلے اور جتنے گوئیے، نچوئیے، بھانڈ، بھگیتے، رس دھاری اور سنگیت پر ملونا ناچتے ھوں سب کو کہہ دیا، جن جن گانووں میں جہاں جہاں ھوں اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر اچھے اچھے بچھونے بچھا بچھا کر گاتے بجاتے، دھومیں مچاتے، ناچتے کودتے رہا کریں۔

ڈھونڈنا گسائیں مہندر گر کا کنور اودے بھان اور اوس کے ما، باپ کو اور نہ پانا اور بہت سا تلملانا اور راجا اندر کا اوس کی چٹھی پڑھ کے آنا۔

یہاں کی بات اور چہلیں جو کچھ ھیں سو یہیں رہنے دو۔ اب آگے یہ سنو۔ جوگی مہندر گر اور اوس کے نوے لاکھ اتیتوں نے سارے بن کے بن چھان مارے، کہیں کنور اودے بھان اور اوس کے ما، باپ کا ٹھکانہ نہ لگا، تب ان نے راجا اندر کو چٹھی لکھ بھیجی۔ اوس چٹھی میں یہ لکھا ھوا تھا۔ ”ان تینوں جنوں کو میں نے ھرن اور ھرنی کر ڈالا تھا۔ اب اون کو ڈھونڈھتا پھرتا ھوں، کہیں نہیں ملتے اور میری جتنی سکت تھی اپنے سے کر چکا ھوں۔ اور اب میرے مونھ سے نکلا، کنور اودے بھان میرا بیٹا اور میں اوس کا باپ۔ اوس کی سسرال میں سب بیاہ کے ٹھاٹھ ھو رہے ھیں، اب مجھ پر نپٹ گاڑھ ہے۔ جو تم

سے ھو سکے سو کرو۔''

راجا اندر گرو مہندر گر کے دیکھنے کو سب اندراسن سمیت آپ آن پہونچتا ھے اور کہتا ھے ''جیسا آپ کا بیٹا تیسا میرا بیٹا۔ آپ کے ساتھ میں سارے اندرلوک کو سمیٹ کر کنور اودے بھان کو بیاھنے چڑھوں گا'' گسائیں مہندر گر نے راجا اندر سے کہا: ''ھماری آپ کی ایک ھی بات ھے پر کچھ ایسی سوجھائیے، جس میں وہ کنور اودے بھان ھاتھ آویں۔ یہاں جتنے گویے اور گائنیں ھیں ان سب کو ساتھ لیکے ھم اور آپ سارے بنوں میں پھریں کہیں نہ کہیں ٹھکانا لگ جائے گا۔

ھرن اور ھرنی کے کھیل کا بگڑنا اور کنور اودے بھان اور اون کے ما، باپ کا نئے سرے روپ پکڑنا

ایک رات راجا اندر اور گسائیں مہندر گر نکھری ھوئی چاندنی میں بیٹھے راگ سن رھے تھے۔ کروڑوں ھرن آس پاس آن کے راگ کے دھیان میں چوکڑی بھولے سر جھکائے کھڑے تھے۔ اس میں راجا اندر نے کہہ دیا: ''ان سب ھرنوں پر میرے سکت گرو کی بھگت پھوڑی منتری، ایسری باچا، پڑھ کے ایک ایک چھینٹا پانی کا دو'' کیا جانے وہ کیسا پانی تھا پانی کے چھینٹے کے ساتھ ھی کنور اودے بھان اور اون کے ما، باپ تینوں جنے ھرنوں کا روپ چھوڑ کر جیسے تھے ویسے ھو جاتے ھیں۔ مہندر گر اور راجا اندر ان تینوں کو گلے لگاتے ھیں اور پاس اپنے بڑی آؤ بھگت سے بٹھاتے ھیں۔ اور وھی پانی کا گھڑا اپنے لوگوں کو دے کر وھاں بھجوا دیتے ھیں۔ جہاں سر منڈواتے ھی اولے

پڑے تھے۔ راجا اندر کے لوگ جو پانی کے چھینٹے وھی ایسری باچا پڑھکے دیتے ھیں، جو جو مر مئے تھے، سب اوٹھ کھڑے ھوتے ھیں۔ اور جو ادھموے ھو کے بھاگ بچے تھے سب سمٹ آتے ھیں۔ راجا اندر اور مہندر گر کنور اودے بھان اور راجا سورج بھان اور رانی لچھمی باس کو لے کر ایک اوڑن کھٹولے پر بیٹھ کر بڑی دھوم دھام سے اون کو اپنے راج پر بٹھا کے بیاہ کے ٹھاٹھ کرتے ھیں۔ پنسیریوں ھیرے موتی اون سب پر نچھاور ھوتے ھیں۔ راجا سورج بھان اور اودے بھان اور اون کی ما رانی لچھمی باس چیت چاھی آس پا کر پھولے اپنے آپ میں نھیں سماتے، اور سارے اپنے راج کو یہی کہتے جاتے ھیں: ’جوڑے بھوڑے کے مونہ کھول دو اور جس جس کو جو جو اوکت سوجھے، بول دو۔ آج کے دن سے اور کون سا دن ھوگا ھماری آنکھوں کی پُتلیوں کا جس سے چین ھے اوس لاڈلے اکلوتے کا بیاہ اور ھم تینوں کا ھرنوں کے روپ سے نکل کر پھر راج پر بیٹھنا۔ پہلے تو یہ چاھیے جن جن کی بیٹیاں بن بیاھیاں کنواریاں بالیاں ھوں اون سب کو اتنا کر دو جو اپنی جس جس چاو چوچ سے چاھیں اپنی اپنی گڑیا سنوار کے اوٹھاویں، اور جب تلک جیتی رھیں ھمارے یہاں سے کھایا پیا پکایا ریندھا کریں، اور سب راج بھر کی بیٹیاں سدا سہاگنیں بنی رھیں اور سوھے راتے چھٹ کبھی کوئی کچھ نہ پہنا کرے اور سونے روپے کے کواڑ گنگا جمنی سب گھروں میں لگ جائیں اور سب کوٹھوں کے ماتھوں پر کیسر اور چندن کے ٹیکے لگے ھوں۔ اور جتنے پہاڑ ھمارے دیس میں ھوں اتنے ھی روپے سونے کے پہاڑ آمنے سامنے کھڑے ھو جائیں۔ اور سب ڈانگوں کی چوٹیاں موتیوں کی مانگ سے بن مانگے تانگے بھر جائیں اور پھولوں کے گہنے اور بندن واروں سے سب جھاڑ پہاڑ لدے پھندے رھیں۔ اور اس راج سے لگا اوس راج تلک اُدھر میں چھت سی

باندھ دو۔ چپّا چپّا ایسا کہیں نہ رہے جہاں بھیڑ بھڑکّا دھوم دھڑکّا نہ ہو چاہیے پھول اتنے بہت سارے کھنڈ جائیں، جوندیاں جیسی سچ مچ پھولوں کی بہتیاں ہیں یہ سمجھا جائے اور یہ ڈول کر دو، جدھر سے دولھا بیاہنے کو چڑھیں، سب لالڑی اور ہیرے اور پکھراج کی ادھر اودھر کنول کی ٹٹیاں بن جائیں اور کیاریاں سی ہو جائیں۔ جن کے بیچوں بیچ سے ہو نکلیں۔ اور کوئی ڈانگ اور پہاڑتلی کا اوتار چڑھاؤ ایسا دکھائی نہ دے جس کی گود پکھروٹوں اور پھول اور پھلوں سے بھری بھتولی نہ ہو۔

راجا اندر کا کنور اودے بھان کے بیاہ کا ٹھاٹھ کرنا

راجا اندر نے کہہ دیا ''وہ رنڈیاں چلبلیاں جو اپنے جوبن کے مدھ میں اوڑ چلیاں ہیں۔ اون سے کہہ دو سولہ سنگار بال بال گج موتی پروؤ، اور اپنے اپنے اچرج اور اچنبھے کے اوڑن کھٹولوں کے اس راج سے لے کے اوس راج تلک ادھر میں چھت سی باندھ دو، پر کچھ ایسے روپ سے اوڑ چلو جو اوڑن کھٹولوں کی کیاریاں اور پھلواریاں سی سینکڑوں کوس تک ہو جائیں۔ اور اوپر ہی اوپر مردنگ، بین، جلترنگ، مونہ چنگ، گھونگھرو، تبلے، کٹ تال اور سینکڑوں اس ڈھب کے انوکھے باجے بجتے آئیں، اور اون کیاریوں کے بیچ میں ہیرے، پکھراج، ان بندھے موتیوں کے جھاڑ اور لالٹینوں کی بھیڑ بھاڑ کی جھم جھماہٹ دکھائی دے اور اونھیں لالٹینوں میں سے ہتھ پھول پھلجڑیاں، جاہی، جوہیاں، کدم، گیندا، چنبیلی اس ڈھب سے چھٹے جو دیکھتوں کی چھاتیوں کے کواڑ کھل جائیں اور پٹاخے جو اوچھل اوچھل کے پھوٹیں، اون میں سے ہنستے ستارے اور بولتے پکھروٹے ڈھل ڈھل پڑیں۔ اور جب تم سب کو ہنسی آوے، تو چاہیے اوس ہنسی

سے موتیوں کی لڑیاں جھڑیں جو سب کے سب اون کو چن چن کے راج کے راجے ھو جاویں۔ ڈومنیوں کے روپ میں سارنگیاں چھیڑ چھیڑ سوھلے گاؤ، دونوں ھاتھ ھلاؤ، اونگلیاں نچاؤ، جو کسی نے نہ سنے ھوں وہ تاؤ بھاو، آو جاو، راو چاو دکھاؤ، ٹھڈیاں کپپاؤ، اور ناک بھویں تان تان بھاو بتاؤ، کوئی چھوٹ کر رہ نہ جاو، ایسا جماؤ لاکھوں برس میں ھوتا ھے۔ جو جو راجا اندر نے اپنے مونہ سے نکالا تھا آنکھ کی جھپک کے ساتھ و وھیں ھونے لگا۔ اور جو کچھ اون دونوں مہاراجوں نے ادھر اودھر کہہ دیا تھا، سب کچھ اوسی روپ سے ٹھیک ٹھاک ھو گیا۔ جس بیاھنے کی یہ کچھ پھیلاوٹ اور جماوٹ اور رچاوٹ اوپر تلے اس جمگھٹ کے ساتھ ھوگی اوس کا اور کچھ پھیلاوا اکھا کچھ ھوگا۔ یہ دھیان کر لو۔

ٹھاٹھ کرنا گسائیں مہندر گر کا

جب کنور اودے بھان کو اس روپ سے بیاھنے چڑھے اور وہ باھمن جو اندھیری کوٹھری میں موندا ھوا تھا اوس کو بھی ساتھ لے لیا اور بہت سے ھاتھ جوڑے اور کہا ”باھمن دیوتا ھمارے کہنے سنے پر نہ جاؤ تمہاری جو ریت ھوتی چلی آئی ھے بتاتے چلو“ ایک اوڑن کھٹولے پر وہ بھی ریت بتانے کو ساتھ ھوا۔ راجا اندر اور گسائیں مہندر گر ایراپت ھاتھی پر جھومتے جھامتے دیکھتے بھالتے سارا اکھاڑا لیے چلے جاتے تھے۔ راجا سورج بھان دولھا کے گھوڑے کے ساتھ مالا جپتا ھوا پیدل تھا۔ اتنے میں ایک سناٹا ھوا، سب گھبرا گئے۔ اس سناٹے میں سے وہ جو جوگی کے نوے لاکھ اتیت تھے سب کے سب جوگی بنے ھوئے سیلی تاگی موتیوں کی لڑیوں کی گلوں میں ڈالے، گاتیاں اوسی ڈھب کی باندھے، مرگ چھالوں اور بگھمروں پر آتھر کے لوگوں کے جیون میں جتنی اومنگیں چھا رھی تھیں، وہ چوگنی پچگنی ھو گیاں۔ سکھپال اور چنڈولوں اور رتھوں پر جتنی رانیاں مہارانی لچھمی باس کے پیچھے چلی

آتیاں تھیں سب کو گدگدیاں سی ھونے لگیں اس میں کہیں بھرتری کا سانگ آیا، کہیں جوگی جے پال آ کھڑے ھوئے، کہیں مہادیو اور پاربتی دکھائی پڑے، کہیں گورکھ جاگے، کہیں مچھندر ناتھ بھاگے، کہیں مچھ کچھ باراہ سنمکھ ھوئے، کہیں پرسرام، کہیں باون روپ، کہیں ھرناکس اور نرسنگھ، کہیں رام لچھمن اور سیتا سامھنے آئے اور کہیں راون اور لنکا کا بکھیڑا سارے کا سارا دکھائی دینے لگا۔ کہیں کنھیا جی کا جنم اشٹمی میں ھونا اور باسدیو کا گوکل کو لے جانا اون کا اس روپ سے بڑھ چلنا اور گائیں چرانی اور مرلی بجانی اور گوپیوں سے دھومیں مچانی اور رادھکا کا رس اور کبجا کا بس کر لینا۔ وھی کریل کی کنجیں، بنسی پٹ چیر گھاٹ، بندرابن سیوا گنج، برسانے میں رھنا، اور اوس کنھیا سے جو جو کچھ ھوا تھا سب کا سب جیوں کا تیوں آنکھوں میں آنا اور دوارکا جانا اور وھاں سونے کے گھر بنانا اور پھر برج کو نہ آنا اور سولہ سو گوپیوں کا تلملانا سامھنے آ گیا۔ اون گوپیوں میں سے اودھو کا ھاتھ پکڑ کے ایک گوپی کے اس کہنے نے سب کو رولا دیا، جو اس ڈھب سے بول کے روندھے ھوئے جی کو کھولتی تھی۔

گیت

جب چھاڈ کریل کی کنجن کوں
ھردوار کا جیوں ماں جائے چھپے
کل دھوت کے دھام بنائے گھنے
مہراجن کے مہاراج بھئے
تج مسور مکٹ اور کامریا
کچھو اور ھی ناتے جور لیے

دھرے روپ نئے
کیے نیہ نئے
اور گیاں چرائیو بھول گئے

اچھاپنا گھاٹوں کا کوئی کیا کہہ سکے

جتنے گھاٹ دونوں راج کی ندیوں میں تھے پکّی چاندی کے تھکّے سے ہو کر لوگوں کو ہکا بکا کر رہے تھے۔ نواڑے بھولیے بجرے، لچکے، مور پنکھی، سونا مکھی، سیام سندر، رام سندر اور جتنی ڈھب کی ناویں تھیں، ستھرے روپ سے بجی سجائی، کسی کسائی سو سو لچکے کھاتیاں آتیاں جاتیاں، لہراتیاں پڑی پھرتیاں تھیں۔ اون سب پر یہی گویئے۔ کنچنیاں، رام جنیاں اور ڈومنیاں، کھچا کھچ بھری اپنے اپنے کرتب میں ناچتی گاتی، بجاتی، کودتی پھاندتی، دھومیں مچاتیاں، انگڑاتیاں، جمھاتیاں اونگلیاں نچاتیاں، اوڈھلی پڑتیاں تھیں اور کوئی ناؤ ایسی نہ تھی جو سونے کے روپے کے پتروں سے منڈھی ہوئی اور اساوری سے ڈھپی ہوئی نہ ہو۔ اور بہت سے ناؤں پر ہنڈولے بھی اوسی ڈھب کے، اون پر گائنیں بیٹھیں جھولتی ہوئیں سوہلے کدارے اور باگیسری کانھڑے میں گا رہیں تھیں دل بادل ایسے نواڑوں کے سب جھیلوں میں بھی چھا رہے تھے۔

آپہونچنا کنور اودے بھان کا بیاہ کے ٹھاٹھ کے ساتھ دولھن کی ڈیوڑھی پر

اس دھوم دھام کے ساتھ کنور اودے بھان سہرا باندھے جب دولھن کے گھر تلک آن پہونچا اور جو ریتیں اون کے گھرانے میں ھوتی چلی آتیاں تھیں، ھونے لگیاں، مدن بان رانی کیتکی سے ٹھٹھولی کر کے بولی "لیجئے اب سکھ سمیٹے بھر بھر جھولی، سر نہوڑائے کیا بیٹھی ھو؟ آؤ نہ، ٹک ھم تم مل کے جھروکوں سے اونھیں جھانکیں" رانی کیتکی نے کہا: "نری ایسی نلجی باتیں ھم سے نہ کر ایسی کیا پڑی جو اس گھڑی ایسی کڑی جھیل کر، ریل پیل کر، اوبٹن اور تیل پھلیل بھرے ھوئے اون کے جھانکنے کو جا کھڑی ھوں؟ مدن بان اس رکھائی کو اوڑان گھائی کی انٹیوں میں کر بولی:

دوھے اپنی بولی کے

یوں تو دیکھو واچھڑے جی واچھڑے جی واچھڑے
ھم سے اب آنے لگی ھیں آپ یوں مہرے کڑے
چھان مارے بن کے بن تھے آپ نے جن کے لیے
وہ ھرن جو بن کے مدھ میں ھیں بنے دولھا کھڑے
تم نہ جاؤ دیکھنے کو جو اونھیں کچھ بات ھے
جھانکنے کے دھیان میں ھیں اون کے سب چھوٹے بڑے
ھے کہاوت جی کو بھاوے یوں ھیں پر منڈیا ھلائے
لے چلیں گے آپ کو، ھم ھیں اسی دھن پر اڑے

سانس ٹھنڈی بھر کے رانی کیتکی بولی یہ سچ
سب تو اچھا کچھ ھوا، پر اب بکھیڑے میں پڑے

واری پھیری ھونا مدن بان کا رانی کیتکی پر اور اوس کی باس سونگھنا اور اونیدے پن سے اونگھنا

اوس گھڑی کچھ مدن بان کو رانی کیتکی کے مانجھے کا جوڑا اور بھینا بھینا پن اور انکھڑیوں کا لجیانا اور بکھرا بکھرا جانا بھلا لگ گیا، تو رانی کیتکی کی باس سونگھنے لگی اور اپنی آنکھوں کو ایسا کر لیا جیسے کوئی اونگھنے لگتا ھے۔ سر سے لگا پانوں تک جو واری پھیری ھو کے تلوے سہلانے تب لگی۔ رانی کیتکی جھٹ سے دھیمی سی سسکی، لچکے کے ساتھ اوٹھی مدن بان بولی ''میرے ھاتھ کے ٹھوکے سے وہ ھی پانوں کا چھالا دوکھ گیا ھوگا جو ھرنوں کی ڈھونڈھ ڈھانڈھ میں پڑ گیا تھا''۔ ایسی دکھتی چٹکی کی چوٹ سے مسوس کر رانی کیتکی نے کہا'' کانٹا اڑا تو اڑا اور چھالا پڑا تو پڑا، پر نگوڑی تو کیوں میری پنچھالا ھوئی۔''

سراھنا رانی کیتکی کے جوبن کا

رانی کیتکی کا بھلا لگنا لکھنے پڑھنے سے باھر ھے۔ وہ دونوں بھوؤں کی کھچاوٹ اور پتلیوں میں لاج کی سماوٹ اور نوکیلی پلکوں کی روندھاھٹ اور ھنسی کی لگاوٹ دنتڑیوں میں مسی کی اوداھٹ اور اتنی بات پر روکاوٹ سے ناک اور تیوری چڑھا لینا اور سہیلیوں کو گالیاں دینا اور چل نکلنا اور ھرنیوں کے روپ سے کر چھالیں مار کر پڑے اوچھلنا، کچھ کہنے میں نہیں آتا۔

سراھنا کنور جی کے جوبن کا

کنور اودے بھان کے اچھے پنے میں کچھ چل نکلنا کس سے ھو سکے؟ ھوے رے! اون کے اوبھار کے دنوں کا سہانا پن اور چال ڈھال کا اچھن بچھن اوٹھتی ھوئی کونپل کی پھبن اور مکھڑے کا گدرایا ھوا جوبن، جیسے بڑے تڑکے ھرے بھرے پہاڑوں کی گود سے سورج کی کرن نکل آتی ھے۔ یہی روپ تھا۔ اون کی بھیگتی مسوں سے رس کا ٹپکا پڑنا اور اپنی پرچھائیں دیکھ کر اکڑنا۔ جہاں جہاں چھانہ تھی اوس کا ڈول ٹھیک ٹھاک، اون کے پانوں تلے جیسے دھوپ تھی۔

دولھا اودے بھان کا سنگاسن پر بیٹھنا

دولھا اودے بھان سنگاسن پر بیٹھا اور ادھر اودھر راجا اندر اور جوگی مہندر گر جم گئے اور دولھا کا باپ اپنے بیٹے کے پیچھے مالا لیے کچھ کچھ گنگنانے لگا اور ناچ لگا ھونے۔ اور ادھر میں جو اوڑن کھٹولے اندر کے اکھاڑے کے تھے، سب کے سب اوسی روپ سے چھت باندھے ھوئے تھرکا کیے۔ مہارانیاں دونوں سمدھنیں بن کے آپس میں ملیاں چلیاں اور دیکھنے دا کھنے کو کوٹھوں پر چندن کے کواڑوں کے اڑتلوں میں آبیٹھیاں، سانگ، سنگیت، بھنڈتال، رھس ھونے لگا۔ جتنے راگ اور راگنیا تھیں: یمن کلیان، سدھ کلیان، جھجوتی کانھڑا، کھنباچ سوھنی، برج بھاگ، سوھرت، کالنگڑا، بھیروی کھٹ للت، بھیروں، روپ پکڑے ھوئے سچ مچ کے جیسے گانے والے ھوتے ھیں، اوسی روپ سے اپنے اپنے سمیں پر گانے لگے اور گانے لگیاں۔ اوس ناچ کا جو بھاؤ تاؤ

رچاوٹ کے ساتھ ھوا کس کا منہ جو کہہ سکے؟ جتنے مہاراجا جگت پرکاش کے سکھ چین کے گھر تھے: مادھو بلاس، رس دھام، کشن نواس، مچھی بھون، چندر بھون سب کے سب لپے سے لپیٹے اور سچے موتیوں کی جھالریں اپنی اپنی گانٹھ میں سمیٹے ھوئے ایک پھبن کے ساتھ متوالوں کے روپ سے جھوم جھوم بیٹھنے والوں کے مونہ چوم رہے تھے۔ بیچوں بیچ اون سب گھروں کے ایک آرسی دھام بنایا تھا۔ جس کی چھت اور کواڑ اور آنگن میں آرسی چھت کہیں لکڑی اینٹ پتھر کی پُٹ، ایک اونگلی کے پورے بھر نہ تھی۔ چاندنی کا جوڑا پہنے ھوئے چودھویں رات جب گھڑی چھ ایک رات رہ گئی تب رانی کیتکی سی دلھن کو اوسی آرسی بھون میں بٹھا کر دولھا کو بلا بھیجا۔ کنور اودے بھان کنھیا بنا ھوا، سر پر مکٹ دھرے، سہرا باندھے، اوسی تڑاوے اور جمگھٹ کے ساتھ چاند سا مکھڑا لیے جا پہنچا جس جس ڈھب سے باھمن اور پنڈت کہتے گئے اور جو جو مہاراجوں میں ریتیں ھوتی چلی آتیاں تھیں اوسی ڈول سے اوسی روپ سے بھونری گٹھ جوڑا سب کچھ ھولیا۔

دوھے اپنی بولی کے

اب اودے بھان اور رانی کیتکی دونوں ملے
آس کے جو پھول کمھلائے ھوئے تھے پھر کھلے
چین ھوتا ھی نہ تھا جس ایک کو اوس ایک بن
رھنے سہنے سو لگے آپس میں اپنے رات دن
اے کھلاڑی یہ بہت تھا کچھ نہیں تھوڑا ھوا
آن کر آپس میں جو دونوں کا گٹھ جوڑا ھوا

چاہ کے ڈوبے ھوئے اے میرے داتا سب تریں
دن پھرے جیسے انھوں کے ویسے سب کے دن پھریں

وہ اوڑن کھٹولے والیاں جو ادھر میں چھت باندھے ھوئے تھرک رھی تھیں، بھر بھر جھولیاں اور مٹھائیاں ھیرے اور موتیوں سے نچھاور کرنے کے لیے اوتر آئیاں اور اوڑن کھٹولے جیوں کے تیوں اَدھر میں چھت باندھے ھوئے کھڑے رھے۔ دولھا دلھن پر سے سات سات واری پھیرے ھونے میں پس پس گئیاں اور اون سبھوں کو ایک چٹکی سی لگ گئی۔ راجا اندر نے دولھن کی مونہ دکھائی میں ایک ھیرے کا اکڈال چھپر کھٹ اور ایک پیڑھی پکھراج کی دی اور ایک پارجات کا پودھا جس سے جو پھل مانگیے سو ھی ملے، دولھن کے سامھنے لگا دیا، اور ایک کام دھین گائے کی پٹھیا بھی اوس کے نیچے باندھ دی، اور اکیس لونڈیاں اونھیں اوڑن کھٹولے والیوں میں سے چن کے اچھی سے اچھی، ستھری سے ستھری، گاتی بجاتیاں، سیتی پروتیاں، سگھڑ سے سگھڑ، سونپیں اور اونھیں کہہ دیا ”رانی کیتکی چھٹ اون کے دولھا سے کچھ بات چیت نہ رکھیو، تمہارے کان پہلے ھی مروڑے دیتا ھوں۔ نہیں تو سب کی سب پتھر کی مورتیں بن جاؤ گی اور اپنا کیا آپ پاؤ گی“ اور گسائیں مہندر گر جی نے باون تولے پاؤ رتی جسے کہتے ھیں اور سنتے ھیں اوس کے اکیس مٹکے آگے رکھے اور کہا ”یہ بھی ایک کھیل ھے جب چاھیے تو بہت سا تانبا گلا کے ایک اتنی سی چٹکی چھوڑ دیجیے گا، کنچن ھو جائے گا“۔ اور جوگی جی نے یہ سبھوں سے کہہ دیا: ”جو لوگ اون کے بیاہ میں جاگے ھیں اون کے گھروں میں چالیس دن رات سونے کی ٹِڈیوں کے روپ میں ھُن برسیں، اور جب تک جئیں کسی بات کو پھر نہ ترسیں“۔

نولاکھ ننیانوے گائیں سونے روپے کی سنگوئیوں کی جڑاو گہنا پہنے ھوئے گھنگھرو جھنجھناتیاں، باھنوں کو دان ھوئیں اور سات برس کا پیسا سارے راج کو چھوڑ دیا گیا بائیس سے ھاتھی اور چھتیس سے اونٹ روپوں کے توڑے لدے ھوئے لٹا دئے۔ کوئی اوس بھیڑ بھاڑ میں دونوں راج کا رھنے والا ایسا نہ رھا جس کو گھوڑا جوڑا، روپوں کا توڑا سونے کے جڑاو کڑوں کی جوڑی نہ ملی ھو۔

اور مدبان چھٹ دولھا دولھن کے پاس کسی کا ھوا نہ تھا۔ جو بن بلائے چلی جائے، بن بلائے دوڑی آئے، تو وھی آئے اور ھنسائے تو وھی ھنسائے۔ رانی کیتکی کے چھیڑنے کو اون کے کنور اودے بھان کو کنور کیوڑا جی کہہ کے پکارتی تھی اور اوسی بات کو سوسو روپ سے سنوارتی تھی۔

دوھے اپنی بولی کے

گھر بسا جس رات اونھوں کا تب مدن بان اوس گھڑی
کہہ گئی دولھا دولھن کو ایسی سو باتیں کڑی
باس پاکر کیوڑے کی کیتکی کا جی کھلا
سچ ھے ان دونوں جنوں کو اب کسی کی کیا پڑی
کیا نہ آئی لاج کچھ اپنے پرائے کی؟ اجی
تھی ابھی اوس بات کی ایسی بھلا کیا ھر بڑی

مسکرا کر تب دولھن نے اپنے گھونگھٹ سے کہا
”موگرا سا ھو کوئی کھولے جو تیری گل جھڑی
جی میں آتا ھے ترے ھونٹھوں کو مل ڈالوں ابھی
بل بے، اے رنڈی، ترے دانتوں کی مسی کی ڈھڑی“

☆☆☆

فرہنگ

الفاظ	معانی
سر جھکا کر ناک رگڑنا	بڑے ادب کے ساتھ
یہ کل کا پتلا	انسان
کھلاڑی کی سدھ رکھے	خدا کا خیال رکھے
کڑوا کسیلا کیوں ہو	تکلیفیں کیوں جھیلے
مورتوں کو جی دان دے	مٹی کے پتلوں یا انسانوں کو زندگی عطا کرے
کمہار کے کرتب کچھ بتا سکے	خدا کی تعریف بیان کر سکے
پڑا بکے	کہے
سرف	یاد، دھیان
سراہا کریں	تعریف کریں
جپتا ہوں	عبادت کرتا ہوں
پھولا	بے حد خوش ہونا
چاؤ	محبت، چاہ
چھٹ	سوائے، بجز
ڈول ڈال	بات شروع کر
دھیان میں چڑھ آئی	خیال آیا
ہندوی چھٹ	سوائے ہندی کے فارسی عربی کے الفاظ نہ آئیں
نپٹ	بالکل
روپ	طرح
باہر کی بولی	فارسی عربی
پرانے دھرانے	پرانے زمانے کے
بوڑھے گھاگ	بوڑھے
کھڑاگ لائے	کہا
اچھوں سے اچھے	لائق، شرفا
جون کا توں	ویسا ہی
ڈول	طریقہ ڈھنگ
ٹھوکا	سن کر
انوکھا بولا	بڑ بولا
اونگلیاں نچاؤں	انگلیاں مٹکاؤں

گٹھ جوڑا	بیاہ
اچرج اور اچنبھے کی	تعجب کی
جیسا منہ ویسی تھپڑ	جیسے کو تیسا ملا
چیت چاہی بات	حسب مراد، خواہش کے مطابق
لکھوئی	لکھاوٹ، تحریر
میرے سر چوٹ ہے	میری بدنامی ہے
انوپ روپ	خوبصورتی
کچھ دال میں کالا ہے	کائی خاص بات یا بھید ہے
چھپر کھٹ	پلنگ
سدھارئے	تشریف لے جائیں
مکھ بات ہو کے میں نے کچھ نہ کہا	منہ در منہ میں نے کچھ نہ کہا
جی ناک میں آگیا	پریشان اور مایوس ہو گیا
جگ میں چاہ کے ہاتھ کسی کو سکھ نہیں	محبت دنیا میں سب کو بے چین کیے ہوئے ہے
کنوتیاں اٹھائے	تیز بھا رہی تھی
بگ چھٹ	تیز باگ اٹھائے
سپھل	اچھا پھل، نتیجہ
ایک جا کھ	یکجا
ناہ ٹوہ کی ٹھیرے کھیر	ہچر مچر کریں گے
سبھ مہورت	نیک ساعت
گوت کا میل تو نہیں	خاندانی تعلق نہیں
ڈنڈ	بازو
باؤ بھک	غرور گھمنڈ
اکڈال	بالکل نیا
اتیتوں	چیلوں، شاگردوں مریدوں
رے رہے	علٰیحدہ علاوہ
آٹھ پہروپ بندھوؤں کا سا دھرے	ہر وقت غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے ہوئے
بھگو	بھاگنے والا، ایلچی
باگھمبر	شیر کی کھال

اپنی چوکڑی بھول جائے	شرما جائے
کان رکھ کے	غور سے
سنمکھ ہو کے	سامنے آکر
ٹک	ذرا
ڈھب سے	طریقہ سے
اوبھار	آغاز
سنگھار	عبارت کی خوبی سکا حسن
سورج کی ایک سوت آملی تھی	سورج کی طرح وہ چمکدار تھا
سالھے میں پاؤں رکھا تھا	سولہواں سال شروع ہوا تھا
جامائیں	جمائیاں
جی لوٹ پوٹ ہوا	جی چاہا، خواہش پیدا ہوئی
امریان دھیان چڑھیں	آم کے درخت نظر پڑے
رنڈیاں	عورتیں
اگلی	بڑھ کر

گاتیاں ہیں	گا رہی ہیں
چنگھاڑ سی پڑ گئی	شور مچ گیا
ناہ نوہ کی	ہاں نہیں ہچر مچر
مسوس کے	فکر کر کے
رکھائیاں نہ دیجئے	بے مروتی نہ کیجئے
چھانہ	سایہ
پدمنیاں	باعصمت لڑکیاں
سردھری	سردار
بولیاں ٹھولیاں نہ مارو	بے کار باتیں نہ بناؤ
ان کا منہ ڈول	طریقہ
ہونٹھ پڑپڑائے	ہونٹ خشک
سر رہتا رہے جاتا جائے	چاہے مرں یا جیوں
پتے سب نے کھولے	خاندان بتایا
مٹ بھیٹ	ملاقات
باتیں آئیاں	پیغام آئے
دھن بھاگ	خوش قسمتی
گوئیاں	سہیلی

باؤ کے گھوڑے کی	ہوا کے گھوڑے پر
پیٹھ پر لاگا	سوار
مرگ چھالوں	ہرن کی کھالوں
گورکھ جاگا	حاضر حضور
تھل بیڑا	ٹھکانا، پتہ
سبھتی	سمیت، سب کا سب
آنندیں کرو	چین سے رہو
دندناؤ	خوشی مناؤ، موج اڑاؤ
گاڑ	مشکل
ڈنڈوت کی	سلام کیا
ردکھ	درخت
ڈھڈ ہے پھول	تیز شوخ رنگ کے پھول
بھلاوے میں	دھوکہ دھوکہ میں
واری	قربان جاؤں
لٹکے	باتیں، چیزیں
تھتھا کے	پھلا کے
نجی کھسوٹی	مصیبت کی ماری

اپنے ونڈیں کو	سرہلا دیں، مار
ہلا دیں	مارے پھریں
پوت ابدھوت	بیٹا
رکھائیاں	بے مروتی
کھولیاں	بیان کیں
بروگ	جدائی
بے ٹھور	بے جگہ
ڈاروں	پرنوں کا غول
ڈبرے	تالاب
رویاں	روئیں
جنیاں	عورتیں
بیٹھیاں	بیٹھیں
آدیس	سلام حکم
کھلاڑی	قدرت
سن کھینچی	خاموش
ٹھلک	چمک
پھنگ	چوٹی
ڈانک	چمکدار شے
بن	سوائے

پنت گاڑھ	بڑی کٹھن یا سکت مشکل
سنگت گرو	ساتھی
جوڑے بھوڑے	تہ کانے، کھتے، خزانے
اکت	تدبیر، ترکیب
چاؤ چوچ	خواہش خوشی
سوہے رالے چھٹ	سوائے سرخ رنگ
ڈالگون	پہاڑون
کھنڈ جائیں	بکھیر دے جائں
ڈول کردو	اہتما کردو
لالڑی	لال
پہاڑتلی	اوپر نیچے
پکھروتوں	درختوں
بھتولی	آراستہ
مدہ میں اڑچلیاں ہیں	حسن پر ناز کرتی ہیں
لال پٹون	لال کپڑا
ایراوت ہاتھی	راجہ اندر کے ہاتھی کا نام
سیلی	ہار
چنڈولوں، رتھوں	مختلف قسم کی سواریاں
کامریاں	کملی
اساوری	ریشمی کپڑا

ہنڈولے	جھولا
نواڑوں	ناؤون
واری پھیری	صدق قربان
اینڈے پن	نشہ یا نیند
ٹھوکے سے	لگ جانے سے
پنچھالائی ہوئی	دم کی طرح میرے ساتھ یا میرا پیچھا لیے ہے
روندااہٹ	تیر کی طرح گھسی جاتی تھیں
کرچھالیں مار	کودنا لچکنا جھجکنا
پرے اوچھلنا کچھ کہنے میں نہیں آتا	بیان سے باہر ہے
آرسی دھام	آئینہ خانہ
آرسی چھٹ	سوائے آئینہ کے
پٹ	چیز، حصہ، ٹکڑا
چھت باندھے	سایہ کیے
پس پس گیا	اے عقل بس کر
توڑا	تھیلی

پروفیسر صاحب علی کی دیگر کتابیں

مطبوعہ:-

۱۔ مبادیات عروض	(عروض)
۲۔ کوّوں کا اسکول	(مراٹھی ترجمہ)
۳۔ پھول اور بچے	(مراٹھی ترجمہ)
۴۔ اردو فکشن ایک مطالعہ	(تنقید)
۵۔ اردو افسانوں کا تجزیاتی مطالعہ	(تنقید و تجزیہ)
۶۔ گلدستۂ پیام یار ---ایک مطالعہ	(تحقیق)
۷۔ قرۃ العین حیدر: شخصیت اور فن	(تحقیق و تنقید)
۸۔ ترقی پسند تحریک اور بمبئ	(تحقیق و تنقید)

زیرِ طبع:-

۱۔ ممبئ کے ساہتیہ اکاڈمی انعام یافتگان

(شاعر، ادیب اور مترجم)

۲۔ ریاض خیرآبادی کی صحافت

۳۔ مہاراشٹر میں اردو افسانہ تاریخ و تنقید

RANI KETKI KI KAHANI

by

Inshaullah Khan Insha

Edited by
Prof. Saheb Ali